حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی حیات مبارکہ

مصنف مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد الفاروقی السرہندی قدس سرہٗ کا تعارف درج ذیل ہے:

ولادت باسعادت

منقول ہے کہ حضرت امام ربانی محبوب سبحانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ السامی نے بوقتِ مسعود شبِ جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ / ۱۵۶۴ھ برج حمل سے مطلع شہر سرہند میں طلوع فرمایا اور اپنے انوارِ جہاں آرا سے عالم و عالمیان کو منور فرمایا۔ آپ کا سنہ ولادت لفظ "خاشع" سے نکلتا ہے۔ لقب بدرالدین اور کنیت ابوالبرکات تھی۔

سیاسی اور ملکی حالات کا جائزہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے دو بادشاہوں کا دور دیکھا ہے، پہلا بادشاہ شہنشاہ اکبر (عہد حکومت از ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء تا ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء) دوسرا شہنشاہ جہانگیر (عہد حکومت از ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء تا ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء) نیز اس وقت دکن کے علاقے میں پانچ چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم تھیں، بیدر کا حکمران خاندان برید شاہی سے تھا، برار میں عماد شاہیوں کی حکومت تھی، احمد نگر میں نظام شاہی خاندان حکمران تھا، گولکنڈہ اور بیجاپور میں علی الترتیب قطب شاہیوں اور عادل شاہیوں کا سکہ چلتا تھا۔

علاوہ ازیں بیرون ہند اس وقت مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت خلافت عثمانیہ تھی، جو ترقی کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ ہوئی تھی اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک رشتے میں منسلک کئے ہوئے تھی۔

اس میں یورپ کا بہت بڑا حصہ، مصر و شام، عراق و فلسطین اور جزیرہ نما عرب شامل تھے۔ البتہ صرف ایران میں اس وقت صفوی خاندان حکمران تھا۔

ولادت سے متعلق واقعات

آپ کی ولادت باسعادت کے وقت بعض عجیب واقعات ظہور میں آئے، جن میں سے چند پیش کئے جاتے ہیں:

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرے فرزند شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت کے بعد مجھ پر ایک غشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ بہت سے اولیائے امت میرے گھر میں تشریف فرماہیں، اور مجھے مبارکباد دے رہے ہیں۔ نیز آپ کے والد بزرگوار مخدوم عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے فرزند کی ولادت کے دن حالت کشف میں دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرماہیں اور شیخ احمد نومولود کے کانوں میں اذان اور تکبیر کہہ رہے ہیں۔

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ کے خلیفہ شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی ولادت کے دن سرہند شریف میں موجود تھے، آپ نے وہاں کشفی حالت میں ملائکہ کا ہجوم دیکھا۔ [1]

بچپن کی بعض خصوصیات

حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو شروع ہی سے کمال درجہ اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرمائی تھی، چنانچہ آپ سنت کے مطابق مختون پیدا ہوئے اور عام بچون کی طرح کبھی ننگے

---

[1] روضۃ القیومیہ، ص ۵۲ تا ۵۸۔ سیرتِ امام ربانی

نہ ہوتے، اگر بول و براز کے موقع پر اتفاقاً کبھی آپ کا بدن ننگا ہو بھی جاتا تو بڑی جلدی بدن کو ڈھانپ لیتے، آپ کبھی نہ روتے ہر وقت خوش و خرم اور خنداں رہتے۔[2]

حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسبِ فیض

ایک مرتبہ آپ زمانۂ رضاعت میں علیل ہو گئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم عبد الاحد قدس سرہٗ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کو دعا کرانے کی غرض سے لے کر آئے، انہوں نے دم کرنے کے بعد بہت دعائیں دیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس بچے کی عمر دراز کرے، یہ تو عالمِ باعمل عارفِ کامل ہے، بزرگوں کی بڑی تعداد اس سے فیض حاصل کرے گی اور تا قیامِ قیامت اس کی ہدایت و ارشاد کا نور روشن رہے گا، یہ بدعت و گمراہی دور کرے گا اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو زندہ کرے گا وغیرہ۔ بعد ازاں حضرت شاہ کمال نے فرطِ محبت سی اپنی زبانِ مبارک آپ کے دہن مبارک میں دے دی تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان کو خوب چوسا اور اپنے منہ میں دبائے رکھا، آخر حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے کہ بابا بس کرو اتنا ہی کافی ہے، کچھ ہماری اولاد کے لئے بھی چھوڑ دو، تم نے تو ہماری نسبت ساری ہی کھینچ لی۔[3]

زمانۂ تعلیم

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو ابتداء میں جب مکتب میں بٹھایا گیا تو آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعد ازاں اپنے والد ماجد سے تحصیلِ علوم میں مشغول ہو گئے اور یہ علوم بھی جلد ہی حاصل کر لئے۔ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ کی برکت سے ایسی فتح و

---

[2] روضۃ القیومیہ، ص۵۹

[3] روضۃ القیومیۃ، ص۵۹

کشادگی حاصل ہوئی کہ بڑے بڑے دقیق مسائل کو آپ باآسانی حل فرما دیا کرتے اور جہاں کہیں دقیق عبارت ہوتی تو آپ اسے نہایت وضاحت کے ساتھ حل کر کے حاشیئے پر تحریر فرمادیتے، غرض کہ اکثر علوم تو آپ نے والد ماجد ہی سے پڑھے اور بعض اس زمانے کے علماء کبار سے بھی حاصل کئے ہیں، چنانچہ مولانا کمال الدین کشمیری[4] کی خدمت میں معقولات کی چند مشکل کتب عضدی وغیرہ پڑھیں، جو کہ اپنے زمانے کے اکابر علماء میں سے تھے اور صاحب تحقیق و تدقیق و صاحبِ ورع و تقویٰ تھے، نیز مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے استاد بھی تھے۔ اور بعض کتب احادیث شیخ یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[5] کی خدمت میں پڑھیں اور یہ شیخ یعقوب کشمیری، شیخِ معظم و قطبِ مکرم شیخ حسین خوارزمی کے خلفاء میں سے تھے اور انہوں نے حرمین محترمین کے کبار محدثین امام ابن حجر مکی و عبدالرحمٰن بن فہد مکیو غیرہ سے حدیث پڑھی تھی کہا گیا ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ان سے طریقہ کبرویہ میں بیعت کر کے طریقہ بھی حاصل کیا۔ اور تفسیر واحدی و دیگر مؤلفاتِ واحدی مثل بسیط و وسیط و اسبابِ نزول اور تفسیر بیضاوی و دیگر مصنفاتِ بیضاوی مثل منہاج الوصول و غایۃ القصویٰ وغیرہ اور صحیح بخاری و دیگر مصنفاتِ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثل ثلاثیاتِ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و ادب المفرد و افعال العباد و تاریخ وغیر ذالک اور مشکوٰۃ تبریزی، شمائل ترمذی، جامع صغیر

---

[4] حضرت مولانا کمال کشمیری متوفی ۱۰۱۷ھ علوم ظاہری اور کمالاتِ باطنی میں اسم بامسمیٰ تھے، سیالکوٹ اور لاہور میں عرصہ تک آپ کا درس جاری رہا، اور بکثرت مخلوق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہری و باطنی علوم سے مستفید ہوتی تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اور علامہ سعد اللہ (وزیر شاہجہاں بادشاہ) آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

[5] مولانا شیخ یعقوب کشمیری کے والد خواجہ حسن عاصمی کشمیر کے امرائے سلطنت میں سے تھے، ۹۲۸ھ میں شیخ یعقوب پیدا ہوئے حفظِ قرآن اور تحصیل علوم کے بعد تلاش مرشد میں شیخ حسین خوارزمی کی خدمت میں سمرقند میں پہنچے۔ شیخ نے آپ کو بعد تکمیل خرقۂ خلافت عطا فرما کر کشمیر رخصت کر دیا۔ پھر اکبر بادشاہ کے دربار میں پہنچے۔ بعد ازاں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے بکثرت تصانیف کیں۔ جمعرات ۱۲ ذیقعد ۱۰۰۳ھ کو بمقام کشمیر وفات پائی۔ خزینۃ الاصفیاء، ص۹۷۵

سیوطی، قصیدۂ بردہ شیخ سعید بوصیری اور حدیثِ مسلسل کی روایت و اجازت مع اسناد جس کی سند آگے آتی ہے، عالم ربانی قاضی بہلول بدخشانی سے حاصل کی۔ اور قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کتابوں کی اجازت مع حدیثِ مسلسل شیخ معظم عبدالرحمٰن بن فہد سے حاصل کی تھی۔ شیخ عبدالرحمٰن بن فہد اور ان کے آباء و اجداد اس بلاد کے کبار محدثین میں سے تھے اور ان کا گھر اَبًا عن جدٍّ بیت الحدیث تھا۔ چونکہ ان تمام کتابوں کی اسانید کا ذکر کرنا موجب تطویل ہے، اس لئے صرف مشکوٰۃ شریف اور حدیثِ مسلسل کی اسناد لکھی جاتی ہیں۔

اسناد الحدیث المسلسل

اما الحدیث المسلسل بالاولیة قال الشیخ عبدالرحمن بن فهد سمعه من لفظ سیده و والدی عبدالقادر بن عبدالعزیز بن فهد وهو اول حدیث سمعه منه قال حدثنی به جدی الحافظ الرحلة تقی الدین بن محمد بن فهد الهاشمی العلوی وهو اول حدیث سمعه منه قال حدثنی به جمع من المشائخ الاعلام اجلهم العلامة برهان الدین الابناسی سماعا من لفظ قاضی القضاة ابو الحامد المطری بقراءتی علیه بالحرم لا شریف بمکة وهو اول حدیث سمعة منه قال اخبرنا به الخطیب صدر الدین ابو الفتح محمد بن المبردی قال الانباسی وهو اول حدیث سمعة منه و قال المطری وهو اول حدیث رویت عنه قال اخبرنا به الشیخ نجیب الدین عبداللطف الحرانی وهو اول حدیث سمعة منه قال اخبرنا به الحافظ ابو الفرج ابن الجوزی وهو اول حدیث سمعة منه قال اخبرنا به ابو سعید اسمٰعیل بن ابی صالح النیشابوری وهو اول حدیث سمعة منه قال اخبرنا ابو صالح احمد بن عبدالملک المؤذن وهو اول حدیث سمعة منه قال حدثنا به ابو طاهر محمد بن محسن الزمادنی وهو اول حدیث سعة منه قال حدثنا به ابو حامد احمد البزاز وهو اول حدیث سمعة منه قال حدثنا به عبدالرحمن بن بشیر بن الحکیم الصدری وهو اول حدیث سمعة من قال حدثنا به سفیان بن عیسیٰ وهو اول حدیث سمعة من سفیان عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنهما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم قال الراحمون یرحمھم الرحمن تبارک و تعالیٰ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔

اسناد مشکوٰۃ المصابیح

آپ کی اسنادِ مشکوٰۃ المصابیح شریف شیخ عبد العزیز بن فہد تک تو وہی ہیں جو حدیث مسلسل میں مذکور ہیں۔ اور شیخ عبد العزیز بن فہد شیخ تقی الدین بن فہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الہاشمی سے بھی اجازت رکھتے ہیں اور شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی سے بھی۔

قال الشیخ تقی الدین اخبرنا به عالیًا الشیخ الامام شرف الدین عبدالرحیم ابن عبدالکریم الحرھی قال اخبرنا به العلامة امام الدین علی بن مبارک شاہ الصدیقی الساؤجی عرف بخواجه و قال شیخ الاسلام ابن حجر به اخبرنا مه العلامة البغوی قاضی الاقضیه المجد بن محمد بن یعقوب الفیروز ابادی الشیرازی الصدیقی الشافعی قال اخبرنا الحافظ جلال الدین حسین والحجة الھمام شمس الدین محمد المقدسی قالا والصدیقی الساؤجی اخبرنا به مولفه ناصر السنة ابو عبدالله محمد بن عبدالله الخطیب قال الساؤجی قرأة و اجازة و قال الاخران اذنا فقط۔[6]

درس و تدریس

مذکورہ بالا کتابوں کی اجازت حاصل کر لینے کے بعد ایک دن آپ نے فرمایا کہ محسوس ہوتا ہے کہ مجھے طبقۂ محدثین میں داخل کیا گیا ہے۔ غرض کہ سترہ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسندِ افادہ پر متمکن ہو گئے اور مختلف ممالک سے صدہا طلبہ جوق در جوق آنے شروع ہوئے۔

---

[6] زبدۃ المقامات، ص ۱۲۸ تا ۱۳۰

رات دن درس و تدریس کا مشغلہ جاری تھا اور حلقہ حدیث و تفسیر گرم رہتا تھا، چنانچہ آپ کی درسگاہ سے بہت لوگ فارغ التحصیل ہوئے۔

سندِ مصافحہ

مولانا بدالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب حضرات القدس فرماتے ہیں کہ "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو چار اشخاص کے واسطے سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مصافحہ نصیب ہوا جس کی ترتیب یہ ہے:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مصافحہ کیا اور انہوں نے حافظ سلطان ادھمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جن کی عمر ایک سو دس سال کی تھی، انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف مصافحہ حاصل کیا ہے، اس کی تفصیل کتاب سنوات الاتقیا میں بیان کی گئی ہے [7] لیکن جواہر مجددیہ میں شیخ سعید کی بجائے شیخ عبد معمن حبشی نام درج ہے اور یہ بھی ہے کہ ان میں سے ایک صاحب جن ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب۔

اکبر آباد کا سفر [8]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا عین شباب تھا اور ابھی علم کی تحصیل سے فارغ ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپ کو اکبر آباد کے علماء و فضلاء کی شہرت کا علم ہوا جو اکبر بادشاہ کا پائے تخت اور دارالحکومت تھا اس لئے حضرت موصوف نے وہاں جانے کا ارادہ کیا، جب وہاں تشریف فرما ہوئے تو

---

[7] حضرات القدس، ص۹، روضۃ القیومیۃ، ص۶۱

[8] اندازہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بائیس سال کی عمر ۹۹۳ھ اکبر آباد تشریف لائے ہوں گے۔

چند ہی روز میں آپ کے علم و فضل کی وہ شہرت ہوئی بڑے بڑے علماء حدیث و تفسیر کی کتابوں کی سند آپ سے حاصل کرنے میں اپنی سعادت سمجھنے لگے اور آپ کی شاگردی پر فخر کرنے لگے۔ غرض کہ آپ کے درس میں بہت سے علماء و فضلاء حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے اور آپ کو مجتہد زمانہ مانتے۔ اس طرح حضرت کے علم و فضل اور اجتہاد کا شہرہ اس درجے ہوا کہ عوام و خواص حیران رہ گئے۔

ابو الفضل و فیضی سے ملاقات[9]

جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی شہرت علماء و مشائخ سے اراکینِ سلطنت اور وزراء تک پہنچی تو وہ بھی حضرت کی خدمت میں حاضری دینے لگے، چنانچہ ابو الفضل و فیضی بھی آپ کی شہرت سن کر مشتاق ملاقات ہوئے اور بہت کوشش کی کہ کسی طرح حضرت ان کے گھر تشریف لائیں لیکن کوئی صورت کارگر نہ ہوئی، آخر یہ دونوں بھائی خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور بہت اخلاص ظاہر کیا۔ حضرت موصوف، سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ان کے ساتھ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آئے، انہوں نے دعوت قبول فرمانے کے لئے اصرار کیا تو آپ نے بھی قبول فرمالیا۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور ان دونوں بھائیوں نے حسبِ دستور نہایت اعزاز و اکرام

---

[9] فیضی و ابو الفضل بن شیخ مبارک ناگوری شیعہ تھے۔ فیضی ۹۵۴ھ میں آگرہ میں پیدا ہوا، بیس سال کی عمر میں اکبری دربار میں پہنچ گیا اور ملک الشعراء کا خطاب پایا، تفسیر بے نقط ۱۰۰۲ھ / ۱۵۹۳ء میں مکمل کی اور ۱۰ صفر ۱۰۰۴ھ میں فوت ہوا۔ ابو الفضل ۹۵۸ھ میں آگرہ میں پیدا ہوا۔ فیضی کی وجہ سے دربارِ اکبری میں پہنچا اور جلد ہی بادشاہ کا منظور نظر بن گیا، اکبر نامہ اور آئین اکبری لکھی۔ ۱۰۱۱ھ میں قتل ہوا۔

کے ساتھ مراسمِ ضیافت ادا کئے اور شاگردوں کی طرح خدمت بجالاتے رہے۔ بعد ازاں آمد ورفت اور تحفہ تحائف کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

تفسیر بے نقط کا حال

اسی زمانے میں ابوالفیض فیضی نے تفسیر بے نقط جس کا نام "سواطع الالہام" ہے لکھنی شروع کی۔ اتفاق سے ایک مقام پر پہنچ کر یہ دونوں بھائی عاجز ہو گئے اور کچھ بن نہ آیا۔ کیونکہ اس تفسیر میں جس صفت (یعنی بے نقط الفاظ) کا التزام کیا تھا اس صفت میں مضمون مرتب نہیں ہو رہا تھا۔ بہت سے علماء کو بلایا لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے، آخر مجبور ہو کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں اپنی عاجزی اور مضمون کی ترتیب کی درخواست کی۔ اگرچہ آپ کو بے نقط عبارت لکھنے کی مشق نہیں تھی لیکن اس کی درخواست پر آپ نے بقدر ایک صفحہ اس مقام کے مناسب تفسیر نہایت فصیح و بلیغ بے نقط عبارت میں قلم برداشتہ تحریر فرمادی۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عربی عبارت پر یہ قدرت ومہارت دیکھ کر فیضی حیران رہ گیا۔

غرض کہ اس طرح کے متعدد واقعات اور کشف و کرامات کی وجہ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم و فضل کا سکہ عوام وخواص کے علاوہ اراکین سلطنت کے دلوں میں بھی بیٹھتا چلا گیا، اور آپ نہایت درجہ مقبول اور معزز ومکرم ہو گئے۔

ابوالفضل و فیضی سے نفرت

جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ابوالفضل فیضی سے اس طرح اکثر ملاقاتیں ہوئیں تو حضرت کو ان کے عقائد باطلہ کا علم ہو کر ان سے اختلاف ہو گیا اور یہ اختلاف آہستہ آہستہ نفرت میں بدل گیا۔ ظاہر ہے کہ اپنے پیارے اور محترم بزرگوں کی شان میں گستاخی کون برداشت کر سکتا ہے،

پھر اگر کوئی شخص اس سے بڑھ جائے اور دینِ اسلام اور شریعت مطہرہ کے خلاف بکواس اور کفر کی حمایت کرنے لگے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ذاتِ گرامی ''جو کامل و مکمل محیٔ سنت اور ماحیٔ بدعت تھی''کس طرح برداشت کر سکتی تھی، چنانچہ حضرت موصوف کا ابوالفضل و فیضی سے مناظرہ بھی ہوا، جس میں حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بالکل واضح کامیابی اور فتح مبین حاصل ہوئی۔

ایک اہم واقعہ

اسی زمانے کے اہم واقعات میں سے یہ بھی ہے کہ عبدالمؤمن خان ابن عبداللہ خان ازبک والیٔ توران (م۱۰۰۶ھ) نہایت نیک اور صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت سے تھے، سوئے اتفاق کہ اس وقت ایران پر شاہِ عباس صفوی حکمران تھا، اس نے لوگوں کو جبرًا شیعہ بنا کر ملک کی یہ حالت کر دی تھی کہ کوئی شہر یا قصبہ یا گاؤں ایسا نہ تھا کہ جہاں شیعوں کی اکثریت نہ ہو گئی ہو اور وہاں کے لوگ اپنی عادت اور دستور کے مطابق ہر چھوٹی بڑی تقریب اور جلسوں میں سبِّ صحابہ اور تبرّا کیا کرتے تھے۔ ماوراء النہر کے عوام نے عبدالمؤمن خان ابنِ عبداللہ خاں ازبک کی خدمت میں تفصیلی حالات پیش کر کے درخواست کی کہ وہ شاہِ ایران کو سمجھائیں تاکہ وہ ان حرکات سے باز آئے۔ چنانچہ ابن عبداللہ خاں نے شاہِ عباس صفوی کو سمجھانے کے لئے خطوط لکھے لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ حتیٰ کہ دونوں طرف سے اپنے اپنے دلائل میں رسائل لکھے گئے لیکن بات بڑھتی چلی گئی۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق دونوں طرف سے فوجوں کا آمنا سامنا ہوا اور ۱۰۰۱ھ میں خوب گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بالآخر حق سبحانہ وتعالیٰ نے ابن عبداللہ خان ازبک کو فتح عطا فرمائی اور شاہ عباس بھاگ نکلا۔

اس کے بعد ابن عبداللہ خاں نے شاہِ ایران کو بلوایا اور کہا کہ میں نے یہ جنگ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے لڑی تھی، کسی دنیوی لالچ یا ذاتی غرض کے لئے نہیں کی تھی اس لئے

تمہارا ملک تم کو واپس دیتا ہوں لیکن آئندہ ان حرکتوں سے باز رہنا۔ چنانچہ شاہ عباس سے قول و قرار لینے کے بعد ابن عبد اللہ خان اپنے وطن واپس چلے آئے۔ ان حالات کا جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو علم ہوا تو آپ نے رسالہ رد روافض لکھ کر ابن عبد اللہ خان کو بھجوا دیا اور انہوں نے اس کو شاہِ ایران کو بھجوا دیا۔ علماء شیعہ اس رسالہ سے بہت متاثر ہوئے اور کسی کو اس کے خلاف قلم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی، بلکہ بہت سے اپنے باطل عقائد سے تائب ہو گئے۔ اس رسالے کی وجہ سے اس علاقے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا تعارف اور شہرت ہو گئی اور اس کے بعد اثرات بڑھتے ہی گئے حتیٰ کہ وہاں کے عوام و خواص آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔[10]

اس دور کے یہی حالات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے رسائل "اثبات النبوۃ"، "تہلیلیہ" اور "رد روافض" کی تصنیف کے محرک بنے۔[11]

حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آگرہ تشریف آوری

چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اکبر آباد میں اقامت پزیر ہوئے ایک عرصہ گزر گیا تھا، اس لئے حضرت کے والد شیخ عبد الاحد قدس سرہٗ آپ کے اشتیاق محبت میں آگرہ تشریف لائے، آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر شہر کے اکثر علماء و فضلاء اور ارا کینِ سلطنت آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے، ان میں سے بعض نے عرض کیا کہ ضعف پیری اور بُعد مسافت کے باوجود آپ نے

---

[10] روضۃ القیومیۃ، ص ۱۳۲، ۱۳۳

[11] اندازہ ہے کہ اثبات نبوۃ ۹۹۰ھ میں، رد روافض ۱۰۰۲ھ میں رسالہ تہلیلیہ ۱۰۰۸ھ میں مکمل ہوا۔

بہت تکلیف فرمائی، حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، ''کیا کروں؟ فرزند شیخ احمد کی محبت کھینچ لائی ہے''۔[12]

اکبر آباد سے واپسی

چونکہ حضرت مخدوم قدس سرہٗ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بے حد محبت تھی اور وہ ان کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اس لئے مزید مفارقت گوارہ نہ فرمائی اور ان کو اپنے ساتھ لے کر سرہند شریف کے لئے روانہ ہو گئے۔ اثنائے راہ میں دہلی اور سرہند کے درمیان جب شہر تھانیسر سے گزر ہوا تو وہاں کے رئیس شیخ سلطان[13] نے جو بادشاہ کے بڑے مقرب اور علاقۂ تھانیسر کے حاکم تھے نہایت اعزاز واکرام سے اپنے ہاں مہمان رکھا۔

---

[12] روضۃ القیومیۃ، ص ۶۷

[13] آپ کتب تاریخ میں حاجی سلطان تھانیسری کے نام سے معروف ہیں اور اس زمانے کے علماء وفضلاء میں ممتاز تھے، حج بیت اللہ وزیارت مدینہ منورہ کی سعادت سے بھی مشرف تھے۔ آپ کو علوم نقلیہ میں کافی مہارت حاصل تھی اسی بناء پر عرصہ دراز تک شاہی خدمت پر مامور رہے۔ چار سال تک ''مہابھارت'' کا ترجمہ کرنے پر جو ''رزم نامہ'' کے نام سے تیار ہوا تھا مصروف رہے اکبر بادشاہ آپ کی قدر ومنزلت کرتا تھا اس بناء پر آپ مقرب شاہی بن گئے، پھر مزید شاہی عنایات کی بناء پر آپ کو تھانیسر و کرنال کا کروڑی بنا دیا گیا، کچھ عرصہ بعد تھانیسر کے ہندوؤں نے بادشاہ سے شکایت کی آپ گاؤکشی کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں، بادشاہ نے آپ کو جلاوطن کر کے بھکر (سندھ) کی طرف بھیج دیا۔ حسن اتفاق کہ اس زمانے میں صوبۂ بھکر کا نظم ونسق خانِ خاناں کے ہاتھ میں تھا، وہ آپ کے ساتھ بہت محبت والتفات کے ساتھ پیش آئے اور ہر طرح آپ کی امداد کا وعدہ کیا۔ چنانچہ خان خاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب وہاں کی فتوحات سے فارغ ہوئے تو آپ کو اپنے ساتھ لے آئے، اسی طرح آپ پوشیدہ طور پر اپنے وطن تھانیسر آ گئے۔ برہان پور کی فتح کے بعد خان خاناں نے بادشاہ سے آپ کی جلاوطنی کے حکم کی تنسیخ اور سابقہ عہدہ بحال کرنے کی سفارش کی، بادشاہ نے خان خاناں کی سفارش منظور کر کے حکم صادر کر دیا کہ آپ کو تھانیسر و کرنال کا کروڑی بنا دیا جائے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی خانہ آبادی

منقول ہے کہ ان ہی دنوں شیخ سلطان عالمِ رؤیا میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تمہاری بیٹی اس زمانے میں سب سے زیادہ نیک خاتون ہے تم اس کا نکاح میرے فرزند اور نائب شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کر دو، اس میں تمہارے لئے اور تمہاری بیٹی کے لئے بڑی سعادت ہے"۔ جب تین مرتبہ اسی طرح کے خواب دیکھے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا حلیہ شریف بھی دکھایا گیا، اس وقت سے شیخ سلطان حضرت موصوف کی تلاش میں کوشاں تھے۔ حسن اتفاق کہ جب یہ دونوں آفتاب و ماہتاب وہاں پہنچے تو شیخ سلطان نے ان کو پہچان لیا اور اپنے ہاں مہمان رکھا اور جب ان حضرات کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل سے متاثر ہو کر یقین ہو گیا کہ واقعی یہی وہ بزرگ ہیں جن کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے تو شیخ سلطان نے حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اُس خواب اور اپنے ارادے کا تذکرہ کیا، حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑی خوشی سے منظور فرمالیا۔ چنانچہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ شاہانہ انداز سے شادی کی تقریب مسنون طریقے پر انجام پائی۔[14] اور دلہن کو لے کر سرہند تشریف لے آئے۔ (اندازہ ہے کہ تقریب شادی ۹۹۸ھ میں انجام پزیر ہوئی)

ایک عرصہ بعد سابقہ کشمکش تازہ ہوگئی اور ہندوؤں نے بادشاہ سے آپ کی شکایت کی۔ اکبر ان دنوں کروڑیوں کے ساتھ خاص طور پر سختی کر رہا تھا چنانچہ اس نے آپ کی سزائے موت کا حکم دے دیا اور یکم جنوری ۱۵۹۹ء بمطابق ۲ جمادی الاخریٰ ۱۰۰۷ھ کو شیخ سلطان کو پھانسی دے دی گئی۔ (منتخب التواریخ و رود کوثر)

[14] روضۃ القیومیۃ، ص ۶۸

مال کی فراوانی

شادی کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ظاہری مال و دولت کی بہت فراوانی ہو گئی۔ اپنی جدی حویلی کو چھوڑ کر ایک اور حویلی بنوائی جہاں اب حضرت موصوف کا روضہ پر نور ہے، یہی آپ کی اولاد کا محلہ تھا۔ حویلی کے قریب ہی ایک مسجد بھی تعمیر کرائی جب کبھی اپنے بھائیوں کو یاد فرماتے تو پرانی حویلی والے فرمایا کرتے، اسی وجہ سے آپ کے بھائیوں کی اولاد کا لقب پرانی حویلی والے پڑ گیا۔ اس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے شادی کے بعد مالدار ہونے کی سنت بھی ادا ہو گئی۔ یعنی جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے آنحضرت سے نکاح کر لیا تو اپنا تمام مال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا اس طرح آپ کو ظاہری غنا حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَأَغْنَی (الضحیٰ۸)

ترجمہ: اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

باقی آپ کے قلبی اور باطنی غنا کا درجہ تو وہ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ ہی جانتا ہے کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکتا ہے۔[15]

اکبر آباد سے واپسی اور شادی کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کی خدمت میں رہے اور باطنی کمالات کا فیض حاصل کیا حتیٰ کہ جب مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو اپنے فرزند و اصحاب کے سامنے خرقۂ خلافت

---

[15] روضۃ القیومیۃ، ص۶۸، ۶۹

جو سلسلۂ سہروردیہ میں اپنے آباواجداد سے حاصل تھا اور وہ خرقۂ خلافت جو سلسلۂ چشتیہ میں شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیا تھا اور وہ خرقۂ خلافت جو سلسلہ قادریہ میں شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل ہوا تھا سب کچھ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عنایت فرما کر اپنا قائم مقام اور جانشین قرار دیا۔[16]

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ رسالہ "مبدأ و معاد" میں فرماتے ہیں کہ "اس فقیر کو اس نسبتِ فردیت کا سرمایہ جس کے ساتھ آخری عروج مخصوص ہے اپنے والد (مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ) سے حاصل ہوا تھا اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ نسبت اپنے ایک عزیز (بزرگ حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہٗ) سے جو جذبۂ قوی کے مالک تھے اور کرامات و خوارقِ عادات میں مشہور تھے حاصل ہوئی تھی۔۔۔ نیز اس فقیر کو عباداتِ نافلہ خصوصًا نفل نمازیں ادا کرنے کی توفیق بھی والدِماجد کی مدد سے حاصل ہوئی تھی اور میرے والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ (یعنی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کے صاحبزادے شاہ رکن الدین قدس سرہما) سے حاصل ہوئی تھی جو سلسلۂ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔[17]

۱۰۰۰ھ میں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ اور ماہ شوال ۱۰۰۵ھ میں حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ اور ۱۱ شوال ۱۰۰۷ھ میں حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ صاحبزادگان کی ولادت باسعادت ہوئی۔

---

[16] روضۃ القیومیۃ، ص ۷۰

[17] مبدأ و معاد، ص ۱۲،۱۱

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا عزمِ سفر حج

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اگرچہ شروع ہی سے حج بیت اللہ (زادھما اللہ شرفًا و تعظیمًا) کی سعادت حاصل کرنے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ منورہ کی زیارت کا شوق شب و روز بے چین رکھتا تھا، لیکن اپنے والد بزرگوار کو بڑھاپے اور ضعف کی حالت میں سفر حجاز اختیار کر کے آں موصوف کی خدمت سراپا برکت سے طویل عرصے کے لئے جدا ہونا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ بالآخر جب حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد قدس سرہٗ ۱۰۰۷ھ میں رحلت فرما گئے تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ۱۰۰۸ھ میں سفر حجاز کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ دہلی پہنچے تو وہاں کے علماء و فضلا ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، ان میں مولانا حسن کشمیری بھی تھے جو حضرت موصوف کے پرانے احباب میں سے اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے تھے۔ انہوں نے دورانِ گفتگو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مناقب اور کرامات بیان کیں اور کہا کہ اس وقت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت جیسا کثیر البرکت کوئی اور نظر نہیں آتا، آپ کی ایک نظر و توجہ میں طالبان حق کو وہ فیض حاصل ہوتا ہے جو دوسرے طریقوں میں چلوں اور ریاضت شاقہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا[18] چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اسی تحریک کے شکریئے میں مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

فقیر آپ کی رہنمائی کا شکریہ ادا کرنے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور عاجزی کا اعتراف کرتا ہے، یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے اور یہ سب دید و داد اسی احسان پر وابستہ ہے آپ کے حسنِ توسط اور وسیلہ سے فقیر کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو کسی نے کم ہی دیکھا ہے اور آپ کے

---

[18] زبدۃ المقامات: ص ۱۳۷، ۱۳۸، حضرات القدس: ج ۲، ص ۱۱

توسل کی یمن و برکت سے وہ کچھ بخشا گیا ہے کہ جس کا مزہ کسی نے کم ہی چکھا ہے۔ خاص خاص عطیے اس قدر عطا فرمائے گئے ہیں کہ اکثر لوگوں کو اس قسم کے عام عطیے بھی حاصل نہیں ہوئے۔ احوال و مقامات اور اذواق و مواجید و علوم و معارف اور تجلیات و ظہورات سب کو راہِ عروج کے زینے بنا کر فقیر کو قرب کے درجوں اور وصول کی منزلوں تک پہنچا دیا۔ قرب و وصول کا لفظ میدانِ عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا گیا ہے ورنہ وہاں نہ قرب ہے، نہ وصول، نہ عبارت ہے نہ اشارہ، نہ شہود ہے نہ حلول، نہ اتحاد ہے نہ کیف، نہ زمان نہ مکان، نہ احاطہ نہ سریان، نہ علم نہ معرفت، نہ جہل نہ حیرت۔

چہ گویم با تواز مرغے نشانہ — کہ باعنقا بود ہم آشیانہ
زعنقا ہست نامے پیش مردم — ز مرغِ من بود آں نام ہم گم

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اس اظہار میں جس کا ظہور عالمِ اسباب میں آپ کی اس نعمت پر ہوا ہے آپ کی نعمت کا لشکر بھی شامل تھا، اس لئے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا، تاکہ آپ کی نعمت کا تھوڑا سا شکریہ ادا ہو جائے۔[19]

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات

چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی بہت تعریف اور اس سلسلے کے بزرگوں کے حالات سنے تھے اور والد ماجد کا ذوق و شوق اس سلسلۂ عالیہ کے متعلق مشاہدہ فرمایا تھا اور کتابوں میں بھی اس سلسلے کے اوصاف ملاحظہ فرمائے تھے اور خود آپ اس نسبتِ بلند کے ساتھ استعداد بوجہ اتم و اکمل رکھتے تھے اپنے دوست مولانا حسن کشمیری کی تحریک پر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ فرمایا اور

---

[19] مکتوبات شریف: دفتر اول، مکتوب ۲۷۶

فرمایا کہ اس سفر حجاز کا تحفہ اس سے بہتر اور کیا ہو گا کہ میں اس مقتدا سے ان بزرگوں کا ذکر و مراقبہ حاصل کر کے اس پر عمل کروں۔[20]

چنانچہ آپ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی شرفِ ملاقات کا کمال درجے اشتیاق ہوا اور آپ مولانا کے ہمراہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا حسن کشمیری نے تعارف کرایا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارادۂ سفر حجاز کے متعلق بھی عرض کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نہایت مہربانی اور شفقت سے پیش آئے اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ اگرچہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت مبارکہ تھی کہ خود کسی سے اخذِ طریقہ و التزام صحبت کے لئے اظہار نہیں فرماتے تھے لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بلند استعداد اور اعلیٰ قابلیت ملاحظہ فرما کر آپ سے ارشاد فرمایا اگرچہ آپ اس مبارک سفر کا ارادہ رکھتے ہیں تاہم چند روز ہمارے مہمان رہیں، کم از کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ ہی سہی کیا حرج ہے؟ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کی تکمیل میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ہفتے خانقاہ شریف میں قیام کا ارادہ کر لیا اور رفتہ رفتہ یہ قیام دو اڑھائی ماہ تک طویل ہو گیا۔[21]

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرفِ بیعت

ابھی خانقاہ شریف میں دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ پر حضرت خواجہ قدس سرہٗ العزیز کے تصرف و کشش کے آثار اور اخذِ طریقۂ حضرت خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ذوق و شوق نے غلبہ کیا، یہاں تک کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ باقی باللہ

---

[20] زبدۃ المقامات: ص ۱۳۹

[21] زبدۃ المقامات: ص ۱۳۹، مکتوبات: دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

قدس سرہٗ سے بیعتِ توبہ اور اخذِ طریقہ کی درخواست کی۔ بغیر اس کے کہ جانبین استخارہ فرمائیں حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کو خلوت میں طلب فرما کر (ماہِ ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ میں) بیعت کیا، اور ذکر تلقین فرما کر توجہات عالیہ سے ایسا مشرف فرمایا کہ اسی وقت آپ کا قلب ذکرِ الٰہی سے جاری ہو گیا اور ذکر قلبی میں عجیب و غریب لذت و حلاوت اور آرام محسوس ہونے لگا، پھر یومًا فیومًا بلکہ انًا فانًا ترقیاتِ عالیہ میں عروج اور فیوضات متعالیہ کا ظہور ہوتا رہا، چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں تمام گذشتہ اور آئندہ اولیائے امت سے سبقت لے گئے، مثلاً قطبیت، فردیت، قیومیت، خلت، طینت، اصالت، محبوبیتِ ذاتی، سابقیت اور تجدیدِ الف ثانی سب کچھ حاصل کر لیا۔ غرض کہ یا تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خانۂ کعبہ کے طواف کا ذوق و شوق تھا یا راہ میں ہی خود صاحبِ خانہ مل گیا اور روضۂ منورہ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ کے انوار سے نور و ضیاء حاصل کرنے جا رہے تھے کہ اثنائے سفر ہی میں اقتباسِ انوارِ صاحبِ روضۂ مطہرہ نصیب ہو گیا[22] **سبحان اللہ فسبحان اللہ**۔

آپ کے منازلِ سلوک طے کرنے کے حالات خود آپ کے قلم سے

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے منازلِ سلوک طے کرنے کے حالات مختصر طور پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"ماہ ربیع الثانی ۱۰۰۸ھ کے آخری دنوں میں یہ فقیر ایک بزرگ (حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت سے شرف اندوز ہوا جو اس بزرگ خاندانِ (نقشبندیہ) کے خلیفہ تھے اور ان بزرگوں کے طریقے کو حاصل کر کے اسی سال نصف ماہِ رجب میں اس فقیر کو (نقشبندی سلسلے کے) حضورِ (قلب) کی سعادت نصیب ہوئی، اس مقام میں آغاز میں انجام کی جلوہ فرمائی (اندراجِ

---

[22] زبدۃ المقامات: ص ۱۴۰، روضۃ القیومیۃ: ص ۷۷

نہایت در بدایت) کا منظر در پیش ہوتا ہے۔ ان بزرگ (خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ نقشبندی نسبت دراصل اسی حضورِ (قلب) کا نام ہے اور پورے دس سال اور چند ماہ کے بعد ماہِ ذیقعدہ کے نصفِ اول میں وہ انتہاء (نہایت) جو ابتداء (بدایت) ہی میں بے شمار ابتداؤں (بدایات) اور درمیانی درجوں (اوساط) کے بے شمار پردوں کے پیچھے جلوہ گر ہوئی تھی نقابچاک کر کے عیاناً جلوہ گر ہو گئی اور یہ یقین حاصل ہو گیا کہ آغاز (بدایت) میں جو تجلی نظر آئی تھی وہ اسی اسم کی صورت تھی (جس کی حقیقت اب سامنے آئی ہے) اور وہ اسی پیکر کا سایہ یا پرچھائیں تھی اور اس مسمیٰ کا ایک اسم تھا، ان دونوں (یعنی ابتداء و انتہاء) میں بہت بڑا فرق ہے، حقیقتِ حال اس مقام پر پہنچ کر منکشف ہوئی اور معاملہ کا راز یہاں پہنچ کر ظاہر ہوا۔ جس نے اس ذوق کو چکھا ہی نہیں وہ اسے ہر گز نہیں سمجھ سکتا"۔[23]

نیز آپ اپنے حصولِ سلوک کے تفصیلی حالات اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں، جو مولانا ہاشم کشمی کی طرف صادر فرمایا ہے اور جلد اول کے مکتوب نمبر ۲۹۰ میں درج ہے، وہ یہاں تبرکاً درج کیا جاتا ہے:

"اے بھائی! خدا تجھے سیدھے راستے کی ہدایت دے، تجھے جاننا چاہیئے کہ جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی تو حق تعالیٰ نے ہادیٔ راہ ہو کر ولایت پناہ، حقیقت آگاہ، اندراج النہایت فی البدایت کے طریقے کی ہدایت کرنے والے، اور درجاتِ ولایت تک پہنچانے والے، راستے کے والی اور پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے، ہمارے شیخ آقا اور امام خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچایا جو سلسلۂ حضرات نقشبندیہ قدس سرہم کے ایک بہت بڑے خلیفہ تھے"۔

---

[23] مبدا و معاد، ص ۱۶

تعلیمِ ذکرِ اسمِ ذات

انہوں نے اس درویش کو ذکرِ اسمِ ذات تعلیم فرمایا اور مقررہ طریق سے ایسی توجہ فرمائی کہ مجھ کو کمال لذت حاصل ہوئی اور کمالِ شوق سے گریہ شروع ہوا۔

بے خودی و فنائیت

پھر ایک روز کے بعد بے خودی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک محیط سمندر ہے جس میں تمام عالم کی صورتیں اور شکلیں اس طرح نمایاں ہیں جیسی پانی میں چیزوں کے عکس نظر آتے ہیں، یہ بے خودی آہستہ آہستہ غالب آتی گئی اور دیر تک رہنے لگی، کبھی ایک پہر اور کبھی دو پہر تک اور بعض مرتبہ رات بھر یہی حالت رہتی۔

فنائے فنا

جب میں نے یہ حالت حضرت پیر و مرشد خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا ''تھوڑی سی فنا حاصل ہو گئی ہے''۔ پھر آپ نے مجھے ذکر سے منع فرمایا اور اس آگاہی کی نگہداشت کا حکم دیا، دو دن بعد مجھے فنائے اصطلاحی حاصل ہو گئی۔ جب اس کی کیفیت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا ''اپنے کام میں لگے رہیں''۔ بعد ازاں فنائے فنا حاصل ہوئی۔ پھر عرض کی تو آپ نے فرمایا، ''کیا آپ تمام جہاں کو ایک دیکھتے ہیں اور ذاتِ واحد کے ساتھ متصل پاتے ہیں'' میں نے عرض کیا حضور ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، ''فنائے فنا میں قابل اعتبار یہ بات ہے کہ اتصال کے دیکھنے کے باوجود بے شعوری حاصل ہو'' چنانچہ اسی شب اس قسم کی فنائے فنا حاصل ہو گئی۔ میں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں اس کی کیفیت بھی عرض کی کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی نسبت علمِ

حضوری پاتا ہوں (یعنی علم حصولی پا لینے کے بعد بلا توسطِ حصول صورت علمِ حضوری پاتا ہوں)۔ اور جو اوصاف میری طرف منسوب تھے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف منسوب پاتا ہوں۔

مرتبۂ علمی

پھر ایک سیاہ رنگ کا نور ظاہر ہوا جو تمام اشیائے عالم کو گھیرے ہوئے تھا میں سمجھا کہ حق تعالیٰ یہی ہے۔ میں نے عرض کیا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "حق جل سلطانہ مشہود ہے لیکن نور کے پردے میں"۔ نیز فرمایا کہ "یہ انبساط اور پھیلاؤ جو اس نور میں دکھائی دیتا ہے (دراصل) علم میں ہے کیونکہ ذات حق جل شانہٗ کا تعلق متعدد اشیاء کے ساتھ ہے جو کہ اوپر نیچے واقع ہوئی ہیں، اس لئے منبسط اور پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے اس انبساط کی بھی نفی کرنی چاہیئے"۔ اس کے بعد وہ پھیلا ہوا سیاہ نور سکڑنے اور کم ہونے لگا حتیٰ کہ ایک نقطہ سا بن گیا۔

مقام حیرت و حضورِ نقشبندیہ

حضرت نے فرمایا "اس نقطے کی بھی نفی کرنی چاہیئے اور مقام حیرت میں آجانا چاہیئے"۔ میں نے ایسا ہی کیا وہ نقطۂ موہوم بھی درمیان سے زائل ہو گیا اور مقام حیرت حاصل ہو گیا کہ جس مقام میں حق تعالیٰ کا شہود (پردۂ نور کے بغیر) خود بخود ہے۔ جب میں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں یہ کیفیت عرض کی تو فرمایا کہ "یہی حضور حضرات نقشبندیہ کا حضور ہے اور نسبتِ نقشبندیہ اسی حضور کو کہتے ہیں اور اس حضور کو حضورِ بے غیبت بھی کہتے ہیں اور بدایت میں نہایت کا مندرج ہونا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے اور اس طریقے میں طالب کو اس نسبت کا حاصل ہونا ویسا ہی ہے جیسا کہ دوسرے سلسلوں میں طالب کا اپنے پیر سے اذکار اور ادا اخذ کرنا، تاکہ ان پر عمل کر کے مقصود تک پہنچے۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

فنائے حقیقی

اس خاکسار کو یہ عزیز الوجود نسبت ذکر کی تعلیم کی ابتداء سے دوماہ اور چند روز بعد حاصل ہو گئی تھی اور اس فنا کے حاصل ہونے کے بعد ایک اور فنا حاصل ہوئی جس کو فنائے حقیقی کہتے ہیں اور دل کو اس قدر وسعت حاصل ہوئی کہ عرش سے لے کر مرکزِ زمین تک تمام عالم (موجودات) کی اس وسعت کے مقابلے میں رائی کے ایک دانے کے برابر بھی قدر نہ تھی۔

مرتبۂ حق الیقین اور مرتبۂ جمع الجمع

بعد ازاں میں اپنے آپ کو اور ہر فرد عالم کو بلکہ ہر ذرے کو دیکھتا تھا کہ یہ سب حق تعالیٰ ہے، اس کے بعد دنیا کے ہر ذرے کو الگ الگ اپنا عین دیکھا اور اپنے آپ کو ان سب کا عین پایا یہاں تک کہ تمام عالم کو ایک ذرے میں گم پایا اس کے بعد اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو اس قدر منبسط اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم بلکہ اس سے کئی گنا اور عالم اس میں سما سکیں بلکہ اپنے آپ کو ہر ذرے کو ایسا پھیلا ہوا نور پایا جو ہر ذرے میں سرایت کئے ہوئے ہے اور عالم کی صورتیں اور شکلیں اس نور میں گھل مل گئی اور فنا ہو گئی ہیں۔ بعد ازاں اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرے کو کو تمام جہان کے قائم رہنے کا باعث معلوم کیا۔ جب یہ کیفیت حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی تو فرمایا کہ توحید میں حق الیقین کا مرتبہ یہی ہے اور جمع الجمع اسی مقام کو کہتے ہیں۔

بعد ازاں جہان کی تمام صورتیں اور شکلیں جن کو پہلے حق تعالیٰ معلوم کرتا تھا اب وہ وہمی اور خیالی دکھائی دینے لگیں، پہلے ہر ذرے کو بغیر کسی فرق و تمیز کے حق تعالیٰ پاتا تھا اور اسی ذرے کو موہوم پایا، نہایت حیرت حاصل ہوئی۔

اور اس اثناء میں فصوص الحکم کی وہ عبارت جو میں نے اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ سے سنی تھی یاد آئی وہ یہ کہ صاحب فصوص نے فرمایا ہے:

اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّہٗ اَیِ الْعَالَمَ حَقٌّ و اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّہٗ خَلْقٌ وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّہٗ حَقٌّ مِّنْ وَ جْہٍ وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَیْرَتِ لِعَدْمِ التَّمِیْزِ بَیْنَہُمَا۔

اگر تو چاہے تو کہے کہ عالم حق ہے اور اگر چاہے تو کہے عالم خلق ہے اور اگر چاہے تو کہے کہ یہ ایک اعتبار سے حق اور ایک اعتبار سے خلق ہے اور اگر تو چاہے تو ان دونوں میں تمیز نہ ہونے کے باعث حیرت کہے یعنی یہ سب بجا ہے۔

اس عبارت سے اس اضطراب کو کسی قدر تسکین ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حالت عرض کی تو

مرتبۂ فرق بعد الجمع

"ابھی تمہارا حضور صاف نہیں ہوا، اپنے کام میں مشغول رہیں، حتیٰ کہ موجود اور موہوم میں تمیز ہو جائے"۔ میں نے فصوص کی وہ عبارت عرض کی جس سے عدم تمیز ظاہر ہوتی تھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "شیخ ابن عربی قدس سرہٗ نے اپنی اس عبارت میں کامل شخص کا حال بیان نہیں کیا عدم تمیز بھی بعد بعض اشخاص کی نسبت ثابت ہے"۔ حسب الارشاد میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض آں جناب (پیر و مرشدنا) کی توجۂ شریف سے دو روز کے بعد موجود اور موہوم کے درمیان تمیز ظاہر فرمادی یہاں تک کہ میں نے موجود حقیقی کو موہوم خیالی سے ممتاز پایا اور ان صفات و افعال و آثار کو جو موہوم دکھائی دیتے تھے میں نے حق سبحانہٗ سے دیکھا اور ان صفات و افعال کو بھی محض موہوم پایا اور خارج میں بجز ایک ذات کچھ موجود نہ دیکھا۔ جب میں نے یہ حالت

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی تو ارشاد فرمایا کہ "مرتبہ فرق بعد الجمع یہی ہے اور سعی کو کوشش کی انتہا یہیں تک ہے اسے مزید جو کچھ کسی کی فطرت و استعداد میں مقدر کیا گیا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے" اور اس مرتبے کو مشائخِ طریقت نے مقام تکمیل کہا ہے۔

سکر و صحو

جاننا چاہیئے کہ اس درویش کو جب اول مرتبے میں سکر سے صحو میں لائے اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف پایا تو جب اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے میں نظر کی تو حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہ پایا اور ہر ذرے کو اس کے شہود کا آئینہ معلوم کیا۔ اس مقام سے پھر حیرت میں لے گئے جب ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ کو اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرے کے ساتھ پایا نہ کہ ہر ذرے میں۔ اور پہلا مقام اس دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا۔ پھر حیرت میں لے گئے جب ہوش میں لائے تو اس مرتبے میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو نہ عالم کے متصل پایا، نہ اس سے منفصل اور نہ عالم میں داخل اور اس سے خارج معلوم کیا۔ معیت و احاطہ اور سریان کی نسبت جس طرح کہ اول پاتا تھا بالکل منتفی ہو گئی، باوجود اس کے اسی کیفیت پر مشہود ہوا بلکہ اس طرح پر کہ گویا محسوس ہے اور عالم بھی اس وقت مشہود تھا لیکن حق تعالیٰ کے ساتھ اس نسبتِ مذکورہ سے کچھ نہ رکھتا تھا۔ پھر حیرت میں لے گئے، جب صحو میں لائے تو معلوم ہوا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو عالم کے ساتھ اس نسبتِ مذکورہ کے علاوہ ایک اور نسبت ہے اور وہ نسبت مجہول الکیفیت ہے، حق سبحانہٗ و تعالیٰ مجہول الکیفیت نسبت سے مشہور ہوا۔

پھر حیرت میں لے گئے اس مرتبے میں ایک قسم کا قبض طاری ہو گیا، پھر جب ہوش میں لائے تو حق تعالیٰ اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر اس طرح مشہود ہوا کہ عالم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا نہ ہی معلوم الکیفیت اور نہ ہی مجہول الکیفیت، اور اس وقت عالم اسی خصوصیت سے مشہود تھا۔

اس وقت ایک خاص علم عنایت ہوا جس کے باعث ہر دو شہود کے حاصل ہونے کے باوجود خلق اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی مناسبت نہ رہی، اس وقت مجھے بتایا گیا کہ اس صفت و تنزیہ کا مشہود ذات حق نہیں ہے، حق تعالیٰ اس سے برتر ہے بلکہ یہ اس کے تکوین کے تعلق کی صورتِ مثالی ہے، کیونکہ حق تعالیٰ تعلقاتِ کونی سے بالاتر ہے خواہ وہ تعلق معلوم الکیفیت ہو یا مجہول الکیفیت ہیہات ہیہات۔

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَ دُوْنَهَا[24]
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

میں اپنی محبوبہ تک کس طرح پہنچوں جب کہ اس کے راستے میں پہاڑ کی چوٹیاں اور بڑے بڑے غار حائل ہیں۔

نسبتِ مرادیت و محبوبیت

الحاصل آپ نے دقائق علیہ، واردات مرضیہ اور احوال شریفہ بہت ہی کم مدت میں حاصل فرمائے جو اور سالکوں کو برسوں میں بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اندر نسبت محبوبیت و مرادیت ہے او اس نسبت والوں کو مریدیت و محبیت کی نسبت والوں کے مقابلے میں بلا محنت و مشقت بہت جلد سلوک طے ہو جاتا ہے۔

---

[24] مکتوبات شریف: دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۹۰

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضور نے ایک دن واقعات میں سے کسی واقعے میں فرمایا تھا کہ اگر خاکسار میں محبوبیت کے معنی نہ ہوتے تو مقصود تک پہنچنے میں بہت توقف ہوتا اور اس نسبت کو بھی جو خاکسار کی محبوبیت کو حضور کی عنایت کے ساتھ ہے بیان فرمایا تھا اس سے بڑی بھاری امید وابستہ ہے اور یہ جرأت و گستاخی اسی وجہ سے ہے"۔[25]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے اسی دوران میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے سابقہ حالات استخارہ اور طوطا دیکھنے کی کیفیات بیان فرمائیں، نیز فرمایا کہ جب میں تمہارے شہر سرہند پہنچا تو واقعے (خواب) میں مجھے دکھایا گیا ہے کہ میں قطب کے پڑوس میں اترا ہوا ہوں اور مجھے اس قطب کا حلیہ بھی دکھایا گیا، اسی صبح کو اس شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی ملاقات کے لئے روانہ ہوا ہر ایک جماعت کو دیکھا لیکن کسی کو اس حلیئے کے مطابق نہیں پایا اور نہ ہی کسی میں قطب ہونے کے آثار و حالات دیکھنے میں آئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید اس شہر کا کوئی شخص جو اس بات کی قابلیت رکھتا ہو آئندہ ظاہر ہونے والا ہو گا۔ پھر جس روز آپ کو دیکھا تو آپ کا حلیہ اس کے موافق پایا اور اس قابلیت (قطبیت) کی نشانی بھی آپ کے اندر مشاہدہ ہوئی ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہوا تھا کہ میں نے ایک بہت بڑا چراغ روشن کیا ہے اور مشاہدہ ہوتا تھا کہ ساعت بساعت اس چراغ کا نور بڑھتا جاتا تھا اور یہ بھی مشاہدہ کیا کہ لوگوں نے اس چراغ سے بہت سے چراغ روشن کر لئے ہیں، اور جب میں

---

[25] مکتوبات شریف، دفتر اول: مکتوب نمبر ۱۴

سرہند کے نواح میں پہنچا تو میں نے اس جگہ کے جنگل و صحرا کو مشعلوں سے پر دیکھا، اس کو بھی میں آپ ہی کے متعلق اشارہ سمجھتا ہوں۔[26]

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے عالی

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں ابھی چند روز ہی گزرنے پائے تھے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک دوست کو خط میں آپ کی نسبت یہ تحریر فرمایا:

"اہل سرہند سے ایک بزرگ شیخ احمد بڑے عالم فاضل ہیں جو کہ قوتِ عمل سے متصف ہیں، فقیر نے چند روز ان کی صحبت میں نشست و برخاست کر کے بہت سے عجائب روزگار کا مشاہدہ کیا، وہ ایک چراغ ہیں جو بہت عالم منور کریں گے، اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے۔ ان کے کامل احوال کا مجھے واثق یقین ہو گیا ہے۔ شیخ موصوف کے چند بھائی اور رشتہ دار بھی ہیں جو سب کے سب صالح اور عالم ہیں، ان میں چند ایک سے ملاقات ہوئی وہ جواہر عالیہ ہیں عجیب استعداد کے مالک ہیں۔ شیخ کے صاحبزادے جو ابھی بہت کم سن ہیں اسرارِ الٰہی اور شجرۂ طیبہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اچھی طرح نشوونما کرے۔ اللہ تعالیٰ کے دروازے کے فقیروں کے دل بھی عجیب ہیں۔[27]

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یقین تکمیل

صاحب برکات احمدیہ لکھتے ہیں کہ اس فقیر نے خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ فرماتے ہیں: جس روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مجھے تعلیمِ طریقت دینی

---

[26] زبدۃ المقامات، ص ۱۴۱

[27] کلیات باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مکتوب: ۶۵، ص ۱۳۰، ۱۳۱

شروع کی، اسی دن سے مجھے یقین ہو گیا تھا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے عنقریب اس راہ کی نہایت کو پہنچائے گا۔

اگرچہ میں ہر چند اس یقین کی نفی کرتا تھا کہ لیکن کسی طرح بھی یہ خیال میرے دل سے نہ نکلتا تھا اور اکثر یہ شعر زباں پر جاری ہو جاتا تھا:

ازیں نورے کہ از تو بر دلم

یقیں دانم کہ آکر خواہمت یافت

اس بیان کے بعد آپ بہ انکسار و نیاز مندی و استغراق اور پرنم آنکھوں کے ساتھ کلمۂ تحمید (الحمدللہ) زبان پر لائے۔[28]

حضرت کی توجہ و تصرف

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ نے ہمارے برادرِ طریقت شیخ تاج کو اس خدمت پر مامور کر رکھا تھا کہ وہ یارانِ طریقت کے بعض احوال و وقائع کو ان سے سن کر بیان کیا کریں مگر میرے احوال کو اس سے مستثنیٰ کر رکھا تھا، آپ خود مجھ سے دریافت فرمایا کرتے تھے اور میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جا کر کچھ نہیں کہتا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اپنے احوال مجھ سے بیان نہیں کرتے۔ میں نے تواضع کے طور پر عرض کیا کہ میرے ایسے حالات ہی کیا ہیں جو گوش گذار ہونے کے قابل ہوں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا نہیں تم ضرور بیان کرو خواہ معمولی واقعہ ہی ہوا کرے۔ اتفاقاً ان ہی دنون مجھے ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ میں شیخ تاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

---

[28] زبدۃ المقامات: ص ۱۴۵

طرف متوجہ ہوا اور ان پر میں نے اپنا تصرف کیا چنانچہ وہ بے خود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب میں نے اظہار واقعہ کے بارے میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ دیکھا تو لا محالہ اس مذکورہ واقعے کا اظہار کر دیا حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بات سن کر خاموش رہے اور میں بھی خاموش ہو گیا۔[29]

اس واقعے سے آپ کی بلندیٔ ہمت، علو استعداد قابلیت اور آدابِ پیر کی کثرت رعایت اور تھوڑے عرصے میں ایسے بلند مرتبے پر فائز ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

واپسی سرہند شریف

غرض کہ جب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کامل و مکمل پایا تو نسبتِ خاصہ القا فرما کر اور خلافت و اجازت کاملہ عطا کر کے اپنے چند طالبانِ صادق آپ کے ہمراہ روانہ فرمائے اور آپ کو ماہ رجب ۱۰۰۸ھ میں سرہند واپس جانے کی اجازت دی۔ پس آپ بکثرت انعامات کے ساتھ اپنے وطن تشریف لائے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق طالبین کی تربیت اور سالکین کی ہدایت میں مشغول ہو گئے اور تھوڑی ہی مدت میں ہزارہا طالبوں کو اپنے چشمۂ فیوض سے سیراب و شاداب کر دیا۔[30]

---

[29] زبدۃ المقامات، ص ۱۴۶

[30] زبدۃ المقامات، ص ۱۴۶

تعمیر مسجد

دہلی سے واپسی پر آپ نے سرہند شریف میں اپنے گھر کے سامنے "مسجد مردان خدا" (۱۰۰۸ھ میں) تعمیر کرائی۔ یہی وہ مسجد ہے جس کا ہر ذرہ فلکِ ہدایت پر مہرِ درخشاں بن کر چمکا۔[31]

گوشہ نشینی

اسی زمانے میں طالبوں کی تربیت کے دوران آپ کو اپنے کمال میں کمی کا احساس ہوا اور اس اعلیٰ کمال کو حاصل کرنے کے لئے طالبوں کو رخصت کر دیا اور گوشۂ تنہائی اختیار فرمایا۔ چنانچہ مولانا ہاشم کشمی کی طرف تحریر فرماتے ہیں:

"اے برادر! جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو کامل مکمل جان کر تعلیم طریقے کی اجازت عطاء فرمائی اور طالبوں کی ایک جماعت کو میرے حوالے کیا تو اس وقت مجھ کو اپنے کمال و تکمیل میں تردد تھا آپ نے فرمایا کہ تردد کا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ مشائخِ عظام نے اس مقام کو کمال و تکمیل کا مقام فرمایا ہے، اگر اس مقام میں تردد کریں تو مشائخ کی کمالیت میں تردد لازم آتا ہے۔ حسب ارشاد طریقت کی تعلیم کو شروع کیا اور طالبوں کے کام میں توجہات کو مد نظر رکھا اور طالبوں میں اس کا بڑا اثر محسوس ہوا یہاں تک کہ سالکین کا سالوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا۔ کچھ مدت تک اس کام کو بڑی سرگرمی اور مستعدی سے کرتا رہا"۔

---

[31] حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے ناقدین، ص ۲۷

سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ

آخر کار اپنے نقص کا علم پیدا ہوا اور ظاہر کیا گیا کہ تجلیٔ ذاتی برقی جس کو مشائخ کبار نے نہایت کہا ہے اس راہ میں کوئی پیدا نہیں ہوئی اور نیز معلوم نہیں ہوا کہ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کیا چیز ہے۔ پس اس قسم کے کمالات کا حاصل کرنا ضروری ہے اس وقت اپنے نقص کا علم روشن ہو گیا۔ وہ طالب جو میرے پاس جمع تھے سب کو اکٹھا کر کے اپنا نقص ان سے بیان کیا اور سب کو رخصت کر دیا لیکن طالب اس بات کو کسرِ نفسی سمجھتے ہوئے اپنے عقیدے سے نہ پھرے۔ کچھ مدت کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل احوالِ منتظرہ (یعنی تجلیٔ ذاتی برقی و معنیٔ سیر الی اللہ فی اللہ) کو بھی عطا فرما دیئے۔[32]

بعض اہل غرض و اصحاب رشک نے گوشہ نشینی کے اس معاملے کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں دوسرے انداز سے بیان کیا جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اس کی بابت معلوم ہوا تو آپ نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا:

"جس روز سے خادم حضور کی خدمت سے واپس آیا ہے فوق کی طرف رغبت ہونے کے سبب مقام ارشاد کے ساتھ چنداں مناسبت نہیں رکھتا۔ کچھ مدت تک یہ ارادہ رہا کہ گوشہ نشین ہو جائے کیونکہ لوگ صحبت میں شیر ببر کی طرح نظر آتے تھے، گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا لیکن استخارہ اس کے موافق نظر نہیں آتا تھا۔ قرب کے مدارج میں اگرچہ ان کی کوئی انتہاء نہیں ہے تاہم انتہا کے درجے تک عروج حاصل ہوا اور کبھی اوپر لے جاتے ہیں کبھی نیچے لے آتے ہیں۔ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي

---

[32] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۹۰

شَأْنٍ (الرحمن ۲۹)''اُسے ہر دن ایک کام ہے'' تمام مشائخ کے مقامات پر عروج میسر ہوا اِلاَّ مَاشَآءَ اللّٰہ۔

گلے بر دندزیں دہلیـزہٴ پسـت

بداں درگاہِ والادست بردست

اس اثناء میں اگر مشائخ کی روحانیات کے واسطے در واسطے ہونے کو گننے لگوں تو بات لمبی ہو جائے، مختصر یہ ہے کہ تمام مقاماتِ اصلی سے ظلی مقامات کی مانند گزر کر آیا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایات کا کیا بیان کرے قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلاَّ عِلَّةٍ (جو شخص قبول ہوا ہے بلا سبب و وسیلہ قبول ہوا) اتنی قسم کی ولایت اور ان کے کمالات ظاہر کئے کہ بندہ کیا عرض کرے۔

ماہِ ذی الحجہ[33] میں نزول کے درجوں میں مقامِ قلب تک نیچے لے آئے اور یہ مقام تکمیل و ارشاد کا مقام ہے لیکن ابھی اس مقام کے لئے تمام کمال تک پہنچانے والی چیزیں درکار ہیں دیکھئے کب حاصل ہوتی ہیں یہ کام آسان نہیں ہے۔ مراد ہونے کے باوجود اس قدر منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں کہ مریدوں کو عمرِ نوح میں بھی ان کا طے کرنا میسر نہیں ہوتا بلکہ اس قسم کے کمالاتِ مرادین ہی کے ساتھ مخصوص ہیں، مرید اس جگہ قدم نہیں رکھتے افراد کا نہایتِ عروج مقام اصل کی ابتداء تک ہے (بلکہ) بہت سے افراد کا بھی گزر نہیں ہے۔

ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء و اللّٰہ ذو الفضل العظیم۔

---

[33] غالبًا ماہ ذی الحجہ ۱۰۰۸ھ مراد ہے۔

تکمیل وارشاد کے مراتب میں توقف کی وجہ یہی ہے اور نورانیت کا نہ ہونا ظلمت غیب کا نور ظاہر ہونے کے سبب سے ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے، لوگ اپنے اپنے خیال کے مطابق کئی باتیں بناتے ہیں ان پر اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسلام

اس قسم کی ظنی باتوں کے اندیشے میں ضرر کا احتمال غالب ہے، آپ ان لوگوں کو فرمادیں کہ اس خستہ دل کے حالات سے اپنی خیالی نظر کو بند کرلیں نظر ڈالنے کے لئے اور بہت سے مواقع ہیں۔

من گم شدہ ام مرا مجوئید
با گم شدگان سخن مگوئید

اللہ تعالیٰ کی غیرت سے ڈرنا چاہیئے۔ جس امر کو اللہ تعالیٰ کامل کرنا چاہتا ہے اس میں نقص نکالنے اور عیب لگانے کی گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے، حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔[34]

اس کے بعد ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: "چند روز ہوئے کہ اشیاء میں سیر واقع ہوئی اور طالب علموں اور مریدوں نے پھر ہجوم کیا ہے (لہٰذا) ان کا کام شروع کردیا گیا ہے، لیکن ابھی اپنے آپ کو اس مقام کے قابل نہیں پاتا صرف لوگوں کے اصرار سے مروت وحیاء کے باعث کچھ نہیں کہتا۔[35]

[34] مکتوبات شریف، دفتر اول: مکتوب نمبر ١٦

[35] مکتوبات شریف، دفتر اول: مکتوب نمبر ١٣

دہلی کا دوسرا سفر

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اپنے مرشد کامل حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی زیارت کا اشتیاق مالا یطاق موجزن ہوا تو آپ سرہند[36] سے دہلی تشریف لائے، حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے مع اپنے خلفاء و مریدین آپ کا استقبال کیا اور نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ خانقاہ شریف میں ٹھہرایا۔

اس مرتبہ آپ نے اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں مدت تک قیام کیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت بابرکت سے مقام و مرتبے کو مزید بلند کیا اور پہلے کی نسبت بہت ترقی حاصل کی۔ ان مقاماتِ بلند اور فضائل ارجمند کے باوجود آپ اپنے پیر بزرگوار کے ادب کی رعایت اس درجے کرتے تھے کہ اس زیادہ متصور نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ صاحب زبدۃ المقامات تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود مجھ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت تعریف و توصیف کرنے کے بعد فرمایا کہ آپ (حضرت مجدد علیہ الرحمۃ) باوجود علوِ مرتبت و کثرتِ فضیلت، اپنے پیر دستگیر کے ادب کی کمال رعایت کرتے تھے اور خواجہ علیہ الرحمۃ کے مریدوں میں آپ جیسا کوئی شخص نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ اوروں سے پہلے آپ کو برکات نصیب ہوئیں۔ نیز آپ (خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس فقیر (خواجہ ہاشم کشمی) سے یہ بھی فرمایا کہ جن دنوں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ ان خلیفۂ عالی درجات یعنی تمہارے شیخ پر نہایت التفات رکھتے تھے اور ان کی توقیر و احترام میں کمال مبالغہ کرتے تھے، مجھے آپ کے بلانے کے لئے بھیجا جوں ہی میں نے آپ سے کہا کہ آپ کے پیر دستگیر آپ کو

---

[36] یہ واقعات غالباً ۱۰۰۹ھ کے ہیں۔

طلب کرتے ہیں، آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور خوف و بیم سے اس قدر مضطرب ہوئے کہ قریب تھا کہ رعشہ پیدا ہو جاتا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جو میں نے سنا تھا کہ اہلِ قرب کو حیرانی زیادہ ہوتی ہے، تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔[37]

خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے بھی رسالہ مبدأ و معاد میں اس کا ذکر کیا ہے کہ "ہم چار آدمی اپنے خواجہ (باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں ایسے تھے کہ لوگوں کی نگاہوں میں باقی دوستوں کی نسبت میں خاص امتیاز حاصل تھا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت ہم میں سے ہر ایک کا اعتقاد علیحدہ تھا اور معاملہ بھی جدا تھا۔ یہ فقیر تو یقین کے ساتھ سمجھتا تھا کہ اس قسم کی صحبت اور یک جائی اور اس طرح اور اس طرح کی تربیت اور ہدایت آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے زمانے کے بعد سے کبھی بھی کسی کو حاصل نہیں ہوئی، اور حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتا تھا کہ اگرچہ خیر البشر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے شرفِ صحبت سے مشرف نہیں ہو سکا، تاہم اس صحبت کی سعادت سے محروم نہیں رہا (چند سطور کے بعد) چنانچہ ہم میں سے ہر ایک کو اس کے اعتقاد کے اندازے کے مطابق ہی حصہ ملا"۔[38]

بہر کیف آپ کو آدابِ مرشد کی رعایت اور صحبتِ بابرکت کی وجہ سے بڑا عروج حاصل ہوا، یہاں تک کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایثار کر کے جس قدر نسبت ہائے عالیہ

---

[37] زبدۃ المقامات، ص۱۴۸

[38] مبدأ و معاد، ص۷۶

تھیں آپ کو عطا کیں، اور تاج تربیت و ارشاد آپ کے سر پر رکھا اور تمام کاروبارِ تربیت آپ کے حوالے کر دیا۔[39]

واپسی سرہند شریف

اس کے بعد آپ بہ کثرت مزید انعامات کے ساتھ اپنے وطنِ مالوف سرہند تشریف لے آئے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں: ''باز آمدیم باصد ہزار خلعت و فتوح'' اور مدت تک سالکوں کو اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرماتے رہے اور اسی ضمن میں اپنے احوال عظیمہ اور اپنے دوسروں اور پیر بھائیوں کی ترقی کے حال احوال اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں عرض کرتے رہے۔ خود خواجہ قدس سرہٗ بھی اپنے ان دوستوں کے حالات آپ سے دریافت کرتے رہتے تھے، جو دہلی سے آپ کے ہمراہ گئے تھے کہ آپ سرہند سے ان کی ترقی اور قابلیت معلوم کر کے لکھتے رہیں۔ اسی طرح حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے بعض دقائقِ علوم اور درجات و مقامات اربابِ معرفت و تحقیق بھی آپ سے استفسار فرمائے اور جو کچھ آپ نے اس کے متعلق عرض خدمت کیا موجب اطمینان خاطر شریف ہوا۔[40]

۱۰۱۰ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے چوتھے صاحبزادے خواجہ محمد فرخ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

---

[39] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۰

[40] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۰

تجدید کا پہلا سال

از جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ تا ربیع الاول ۱۰۱۲ھ [41]

حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر تجدیدِ الف ثانی کی پہلی علامت و نشانی یہ ظاہر ہوئی کہ آپ سے عین شرعی امور کے مطابق مشاہدات، تجلیات، ظہورات، احوال، معارف اور علوم ظاہر ہونے لگے، اور وحدتِ وجود کے متعلقہ حالات جو اس سے پیشتر آپ پر ظاہر ہوئے تھے مفقود ہو گئے، کیونکہ وہ حالات ولایتِ صغریٰ میں سے ہیں جو اولیاء کی ولایت ہے۔ [42]

---

[41] صاحب روضۃ القیومیہ نے تجدید و قیومیت کا جلیل القدر منصب عطاء ہونے کی تاریخ اس طرح تحریر فرمائی ہے: "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر "تجدید الف ثانی" کی خلعت کا نزول بروزِ جمعہ دسویں ماہ ربیع الاول ۱۰۱۰ھ کو ہوا"۔ (ص ۹۳)

اس کے بعد ایک دوسرے موقع پر تحریر فرماتے ہیں: "یہ واقعہ سوموار کے روز ۱۵ شعبان ۱۰۱۵ھ کو تجدید قیومیت کے دوسرے سال عصر اور مغرب کے درمیان ظہور میں آیا"۔ روضۃ القیومیہ: ص ۱۱۱۔

اس تضاد کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد کوئی تنقیص کرنا نہیں بلکہ ہم تو صاحب روضۃ القیومیہ کے ممنونِ احسان ہیں کہ انہوں نے سالانہ واقعات کو تفصیل کے ساتھ پیش کر کے ایک راہ متعین فرما دی، چنانچہ ہم نے بھی سالانہ واقعات آں موصوف ہی کی پیروی میں پیش کئے ہیں، الا ماشاء اللہ! بعض جگہ اتفاق نہ کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ تاریخ کا تعین نہ تو خود حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا، نہ صاحب زبدۃ المقامات نے اور نہ صاحبِ حضرات القدس نے، لہٰذا آں موصوف کے حساب میں سہو ہو جانا یا کتابت میں غلطی ہو جانا ممکن ہوا۔ پھر ہمارے سامنے روضۃ القیومیہ کا اردو ترجمہ ہے، ممکن ہے کہ اصل فارسی نسخے میں اسی طرح ہو جیسا کہ ہم نے پیش کیا ہے۔ غرض کہ ہم نے جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ کو تجدید الف ثانی کے منصب عطا ہونے کا دن اس لئے قرار دیا ہے کہ اول تو اس تاریخ پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کو پورے ایک ہزار سال ہو جاتے ہیں، دوم یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی عمر شریف کے چالیس سال پورے ہو جاتے ہیں، سوم یہ کہ آئندہ بھی زندگی کے تیئس سال بن جاتے ہیں، چہارم یہ کہ اس حساب سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف اور تبلیغ کے سال کی سنت پوری ہو جاتی ہے۔ پنجم یہ کہ تقویم کے حساب سے بھی دن و تاریخ پورے ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب!

[42] روضۃ القیومیہ، ص ۸۶

جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ولایت صغریٰ سے ترقی کر کے ولایتِ کبریٰ و ولایت علیا اور کمالات نبوت حاصل کئے تو آپ پر علوم و معارفِ شرعیہ جو معارف انبیاء علیہم السلام ہیں ظاہر ہونے لگے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تجدیدِ الف ثانی کی خلعت سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نوازا۔ **فسبحان اللہ و بحمدہٖ**۔[43]

نزول خلعت تجدید

بروز جمعہ ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ صبح کے وقت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ حلقۂ مراقبہ فرما رہے تھے تو حالتِ کشفی میں دیکھتے ہیں کہ حضورِ انور و سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مع اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک جماعت کے تشریف فرما ہوئے ہیں اور خود اپنے دست مبارک سے نہایت فاخرہ خلعت جو گویا محض نور تھی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنائی اور فرمایا کہ یہ تجدیدِ الف ثانی کی خلعت ہے۔[44]

تو گوئے عارفاں راز میداں ربودۂ
تجدیدِ الف را تو سزاوار بودۂ

چنانچہ خود حضرت موصوف قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں متعدد جگہ صراحتًا و اشارتًا تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنے مجدد الف ثانی ہونے کا ذکر فرمایا ہے، لہٰذا ان عبارات کا اردو ترجمہ **"مجددیت"** کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[43] روضۃ القیومیہ، ص۸۸

[44] روضۃ القیومیہ، ص۸۹

نزول خلعت قیومیت

پھر چند ماہ بعد بروز پیر ۲۷ رمضان المبارک ۱۰۱۱ھ کا واقعہ ہے کہ نمازِ ظہر کے بعد آپ مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک حافظ صاحب آپ کی مجلس میں قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے کہ یکایک ایک اعلیٰ درجے کی نوری خلعت آپ نے اپنے اوپر مشاہدہ کی، ساتھ ہی القاء ہوا کہ یہ قیومیت کی خلعت ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال اتباع کی وجہ سے آپ کو عطا کی گئی ہے۔[45]

چنانچہ خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ قیومیت کی حقیقت اور اس منصب پر فائز ہونے کی تشریح فرماتے ہیں:

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللهِ (الفاطر ۳۲)

اور دوسری جگہ فرماتا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الأحزاب ۷۲)

ان دونوں آیتوں کی مراد اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن ہم وہ تاویل بیان کرتے ہیں جو ہم پر ظاہر ہوئی ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا (البقرة ۲۸۶)

---

[45] روضۃ القیومیہ، ص۸۹

جاننا چاہیئے کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ۔ "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے"۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ شکل و صورت سے پاک و منزہ ہے پس حق تعالیٰ کا آدم کو اپنی صورت پر پیدا کرنا اس معنی میں ہو سکتا ہے کہ اگر عالمِ مثال میں مرتبۂ تنزیہ کی کوئی صورت فرض کی جائے تو بے شک یہی مثال صورتِ جامع ہو گی جس پر یہ انسانِ جامع موجود ہوا ہے، دوسری صورت کو یہ قابلیت حاصل نہیں ہے کہ اس مرتبۂ مقدسہ کی تمثال ہو سکے اور اس کا آئینہ بن سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان حق تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوا ہے، کیونکہ خلیفہ جب تک شئے کی صورت پر مخلوق نہ ہو اسے شئے کی خلافت کے لائق نہیں ہوتا، اس لئے کہ شئے کا خلیفہ شئے کا قائم مقام اور نائب ہوتا ہے اور جب انسان رحمٰن تعالیٰ شانہٗ کا خلیفہ ہوا تو امانت کا بوجھ اس کے واسطے متعین ہو گیا **لا یحمل عطایا الملک الا مطایاہ** (بادشاہوں کے عطیات کو ان ہی کے بار بردار اٹھا سکتے ہیں) آسمان، زمین اور پہاڑ یہ جامعیت کہاں سے پائیں تا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی صورت پر پیدا ہوں اور اس سبحانہٗ و تعالیٰ کی خلافت کے لائق ہوں اور اس کی امانت کا بوجھ اٹھا سکیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اس بارِ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے حوالے کرتے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے اور ان کا کچھ اثر باقی نہ رہتا اور وہ امانت اس حقیر کے خیال میں نیابت کے طور پر تمام اشیاء کی قیومیت ہے جو انسانِ کامل کے ساتھ مخصوص ہے یعنی انسانِ کامل کا معاملہ یہاں پہنچ جاتا ہے کہ اس کو بحکمِ خلافت تمام اشیاء کا قیوم[46] بنا دیتے ہیں، اور تمام مخلوق کو تمام فیضانِ وجود و بقا اور تمام کمالاتِ ظاہری و باطنی اسی کے واسطے سے پہنچاتے ہیں، اگر فرشتہ ہے تو وہ بھی اسی کے ساتھ متوسل ہے اور اگر انسان اور جن ہے تو وہ بھی اس کا (دامن) پکڑنے والا ہے اور

---

[46] اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی قیومیت کی طرف اشارہ ہے۔

در حقیقت تمام اشیاء کی توجہ اس کی طرف ہے اور سب اسی کی طرف متوجہ ہیں، خواہ وہ اس حقیقت کو جانیں یا نہ جانیں، حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الأحزاب ۷۲) یعنی انسان اپنے نفس پر اس قدر زیادہ ظلم کرتا ہے کہ وہ اپنے وجود اور توابع وجود (یعنی صفات ثمانیہ) میں (کیونکہ انسان بھی حق تعالیٰ کی صفات ثمانیہ کا ظلال ہے) ان کا کچھ بھی نام و نشان اور حکم باقی نہیں چھوڑتا اور (واقعی) جب تک وہ اپنے اوپر اس طرح ظلم نہیں کرے گا بارِ امانت اٹھانے کے لائق نہیں ہوگا۔ جَهُولاً یعنی اس قدر جاہل ہے کہ اس کو اپنے مطلوب (مقصود) کا علم و ادراک نہیں بلکہ وہ مطلوب کے ادراک سے عاجز اور مقصود کے علم سے جاہل ہے یہ عجز و جہل اس مقام میں کمال معرفت ہے کیونکہ اس مقام میں جو ان سب میں سب سے زیادہ جاہل وہ سب سے زیادہ عارف ہے اور اس میں شک نہیں جو ان میں سب سے زیادہ عارف ہوگا وہی بارِ امانت اٹھانے کے لائق ہوگا۔ یہ دونوں صفتیں ظَلُومًا جَهُولًا گویا بارِ امانت کو اٹھا لینے کی علت ہیں۔ یہ عارف جو کہ اشیاء کی قیومیت کے منصب سے مشرف ہوا ہے وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ تمام مخلوقات کے اہم کام اور معاملات اس کی طرف راجع کر دیئے جاتے ہیں، انعامات اگرچہ بادشاہ کی طرف سے ہیں لیکن ان کا پہنچنا وزیر کے توسط سے وابستہ ہے۔ اس دولت کے سردار ابوالبشر حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور یہ منصب عالی اصلی طور پر اولوالعزم پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اور ان بزرگواروں کی تبعیت و وراثت کے طور پر جس کو چاہیں اس دولت سے مشرف فرمائیں؛

با کریماں کارہا دشوار نیست

وارثانِ کتاب (یعنی جن تین گروہوں کا ذکر آیۂ مبارکہ) ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (الفاطر ۳۲) الآیۃ میں مذکور ہے، اس میں پہلا گروہ جو کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں

میں سے ہیں یہی لوگ ظالم لنفسہٖ ہیں جو کہ منصبِ وزارت و قیومیت سے مشرف ہیں، ان برگزیدہ لوگوں میں سے دوسرا گروہ جن کو مقتصد (میانہ رو) سے تعبیر فرمایا ہے وہ لوگ ہیں جو دولتِ خلت سے مشرف ہوئے ہیں اور صاحبِ سرّ اور اہل مشورہ ہیں، اگرچہ بادشاہت کا معاملہ اور کاروبار وزیر سے وابستہ ہے، لیکن خلیل یعنی دوست ہم نشین و غمخوار اور انیس ہوتا ہے، یہ (خلیل) اپنی فرحت کے لئے اور وہ (وزیر) دوسروں کے معاملات کے لئے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے (یعنی خلیل پہلے گروہ سے بڑا ہے) اور اس مقام عالی یعنی خُلّت کے سرِ حلقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل الرحمٰن علی نبیبنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جس کو چاہیں اس مقام عالی سے مشرف فرمائیں۔ مقامِ خلت سے اوپر مقام محبت ہے جس مقام اعلیٰ کے ساتھ تیسرے گروہ کے لوگ جو سابق بالخیرات ہیں مشرف ہوئے ہیں۔ یار و ندیم اور ہوتا ہے اور محب و محبوب اور، وہ اسرار و معاملات جو محب و محبوب کے درمیان ہوتے ہیں یار و ندیم کا اس میں کچھ دخل نہیں، اگرچہ کمال الفت و انس کے وقت محبت کے خفیہ اور پوشیدہ اسرار کو جلیل القدر خلیل کے ساتھ بیان کرسکتے ہیں اور اس کو محب و محبوب کے اسرار کا محرم بناسکتے ہیں۔ محبوں کے سر حلقہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور محبوبوں کے سرگروہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں یا ان بزرگواروں کی وراثت اور تبیعت سے جس کسی کو ان دونوں مقاموں سے مشرف فرمائیں اور وہ مقامات جو مقام محبت سے اعلیٰ ہیں اس فقیر کے کسی مکتوب میں مذکور ہو چکے ہیں ان میں بھی صدر نشین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں وہ سب مقامات سابقین کے مقام میں داخل ہیں جو وارثان کتاب میں سے تیسرے گروہ کو نصیب ہیں۔ [47]

---

[47] دفتر دوم، مکتوب نمبر ۴۷

نیز دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۰۴ میں تو بالکل واضح طور پر فرماتے ہیں "وایں خلعتِ زائلہ کنایت از معاملہ ٔقیومیت بودہ است"یعنی اس خلعتِ زائلہ سے مراد (جو وصال سے قبل آپ سے جدا ہو گئی اور حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو مرحمت فرمائی گئی جیسا کہ اس مکتوب شریف میں اوپر مذکور ہے) معاملہ ٔقیومیت ہے جو کہ تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے، الخ۔

مجتہد کا خطاب عطا کرنا

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ "مبدأ و معاد" میں تحریر فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوات والتسلیمات نے واقعے میں اس فقیر سے فرمایا تھا کہ "تو علمِ کلام کے مجتہدین میں سے ہے"۔[48]

اسی سال "خزینۃ الرحمۃ" کا خطاب بھی بارگاہِ ایزدی سے آپ کو عطا ہوا۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مکتوب

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کا نہایت شفقت و محبت سے لبریز ایک مکتوب گرامی موصول ہوا جو درج ذیل ہے:

"حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو کمال کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچائے، بزرگوں کے پیالے میں زمین کا حصہ بھی ہوتا ہے، اس میں سرِ مو تکلف نہیں جو حقیقت حال ہے لکھی جاتی ہے، پیر انصار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کا مرید ہوں لیکن اگر وہ اس وقت موجود ہوتے تو باوجود پیر ہونے کے میرے مرید ہوتے۔ جب کہ ان بے صفتوں کی یہ صفت ہو تو پھر کیوں

[48] مسائل اجتہادیہ کے لئے "تعلیمات" کا باب ملاحظہ فرمائیں۔

کہ ان آثار و صفات کا گرفتار طلب گاری کے لوازمات پر جان کو فدا نہ کرے اور جہاں سے خوشبو دماغ میں آئے کیوں اس کے پیچھے نہ جائے، اب ہماری سستی اور دیر کوئی بے نیازی یا استغناء کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اشارے پر موقوف ہے:

چوں طمع خواہد ز من سلطانِ دیں

خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

ہم نے اپنی موجودہ حالت اور دل کی قناعت ظاہر کر دی ہے اب جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے اس کی ہدایت کرے اور غرور و خود پسندی سے نجات دے"۔[49]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اس مکتوب گرامی کا نہایت عاجزی اور انکساری سے جواب دیا جو مکتوبات شریف کے دفتر اول میں موجود ہے۔ اس کے تین ماہ بعد پھر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مزید مندرجہ ذیل گرامی نامہ ارقام فرمایا:

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دوسرا مکتوب گرامی

"اللہ تعالیٰ فقراء و مساکین کو اپنے برگزیدہ بندوں کی برکات سے منزل مقصود پر پہنچائے، مدت سے میں نے درگاہِ ولایت میں اپنی نیازمندی عرض نہیں کی۔ اس کلمے کو ہیچ نامہ برضرور خدمتِ والا میں عرض کر دیں گے الحمد للہ، ایسی صورتیں خود ہی نکل آتی ہیں اور زیادہ کیا لکھوں۔ درویشوں کی باتیں آپ کی خدمت میں لکھنا نہایت بے شرمی ہے اور ظاہری وضع کی باتیں لکھنا بہت ہی بے جا ہے الغرض ہمیں اپنی حد کو مد نظر رکھ کر فضول باتوں سے احتراز کرنا چاہیئے۔ والدعا"[50]

---

[49] کلیات باقی باللہ: مکتوب ۸۳، ص ۱۴۰

[50] کلیات باقی باللہؒ، مکتوب نمبر ۸۵

یہ استفارات و نوازشیں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر اس حد تک ہوئیں کہ آپ کے وفورِ تعطش و اشتیاق کا مندرجہ ذیل اشعار سے اندازہ ہو سکتا ہے:

بس تشنہ و بس خرابم اے دوست
در حسرت یک دم آبم اے دوست
ہر جا کہ ترشحِ تو بینم
در العطش آیم و نشینم

دہلی کا تیسرا سفر

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مکتوبات و نوازشات نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو زیارت و ملاقاتِ شیخ کے اشتیاق نے بے چین کر دیا اور آپ بے اختیار دہلی روانہ ہو گئے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو جب آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو پاپیادہ مع خلفا و مریدین شہر سے باہر استقبال کے لئے تشریف لائے اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو خانقاہ شریف میں لائے اور قیام کا انتظار فرمایا۔ یہ تیسرا سفر ۱۰۱۲ھ کے ابتدائی مہینوں کا معلوم ہوتا ہے۔

اس مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی صحبت میں مزید عروج و کمال حاصل ہوا۔ بسا اوقات حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ اپنی موجودگی میں آپ کو برسرِ حلقہ بٹھاتے اور صبح و شام مراقبے کے حلقوں کا مقتدا فرماتے اور خود بھی آپ کے حلقے میں مستفیدانہ شرکت فرماتے۔ اور جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حلقہ سے اپنی قیام گاہ تشریف لے جاتے تو نہایتِ ادب کا لحاظ رکھتے ہوئے چند قدم تک الٹے پاؤں واپس ہوتے تھے اور دوستوں کو بھی تاکید فرماتے تھے کہ جو استقبال و متابعت ہم ان کے ساتھ کرتے ہیں آپ بھی کیا کریں اور ان کے ساتھ

دوستانہ سلوک اختیار کریں، بلکہ اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ ان کی موجودگی میں اپنے باطن کو ہماری طرف متوجہ نہ رکھا کریں۔[51]

حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ساتھ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی تواضعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اپنے حجرے میں تخت پر آرام فرمارہے تھے کہ اتفاقاً حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ بہ نفس نفیس آپ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ خادم نے آپ کو بیدار کرنا چاہا لیکن حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے نہایت مبالغہ کے ساتھ اس کو بیدار کرنے سے منع فرمادیا اور خود حجرے کے دروازے کے باہر نہایت ادب و نیاز کے ساتھ آپ کے بیدار ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ آپ حالانکہ گہری نیند میں سورہے تھے لیکن ایک لمحہ بھی نہیں گزرا تھا کہ فوراً اٹھ بیٹھے اور دریافت فرمایا کہ باہر کون صاحب ہیں؟ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت ادب[52] کے ساتھ فرمایا: فقیر محمد باقی۔ آپ فوراً اپنے تخت سے مضطرب ہو کر اٹھے اور باہر آکر نہایت فقر و انکساری کے ساتھ آپ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔[53]

ان ہی ایام میں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحبزادگان خواجہ عبید اللہ و خواجہ محمد عبد اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو جو اس وقت شیر خوار تھے آپ کے روبرو پیش کرکے ان دونوں کے حق میں

---

[51] زبدۃ المقامات، ص۱۵۳

[52] سلطان اورنگ زیب کے زمانے میں "مرآۃ العالم" اور "مرآۃ جہاں نما" جو کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان میں بطور عجائب روزگار ان آداب کا ذکر ہے جو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے بجالاتے تھے۔ روضۃ القیومیہ، ص۱۱۶

[53] زبدۃ المقامات، ص۱۵۳، ۱۵۴

توجہ کے لئے ارشاد فرمایا، آپ نے حسب الامر توجہ فرمائی جس کے آثار اسی وقت ظاہر ہو گئے۔ اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق ہر دو صاحبزادگان کی والدات کے حق میں بھی غائبانہ توجہ فرمائی۔[54]

چنانچہ مکتوبات شریف میں جو دو صاحبزدگان کے نام صادر ہوا ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشان یعنی خواجہ بزرگوار کی قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا، اخیر دفعہ حضور نے اس فقیر سے فرمایا کہ بدن کی کمزوری کمال درجہ مجھ پر غالب آگئی ہے اور زندگی کی امید کم ہے، بچوں کے احوال سے باخبر رہنا ہوگا اور اسی وقت اپنے حضور میں آپ کو بلایا آپ اس وقت دائیوں کی گود میں تھے یعنی دودھ پیتے بچے تھے اور فقیر سے فرمایا کہ ان کی طرف توجہ کرو۔ فقیر نے حکم کے بموجب حضور کی خدمت میں آپ کی طرف توجہ کی حتیٰ کہ اس کا اثر بھی اسی وقت ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کی والدات کے لئے بھی غائبانہ توجہ کرو، حکم کے موافق غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضور کی برکت سے اس توجہ سے کئی قسم کے فائدے اور نتیجے حاصل ہوں گے۔ آپ ہرگز تصور نہ کریں کہ حضور کے کسی واجب الامتثال امر اور حضور کی وصیتِ لازمہ میں کسی قسم کی سستی یا غفلت واقع ہوئی ہو، ہرگز نہیں بلکہ آپ کے اشارے اور اذن کے منتظر ہیں"۔[55]

صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں: "بعد ازاں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ ہم پر بھی توجہ کریں، پہلے تو آپ نے بڑی ادب

---

[54] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۴

[55] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۵

وانکساری سے معافی چاہی کہ کہیں ترکِ ادب نہ ہو جائے لیکن آخرکار جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصر ہوئے تو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں عدم تعمیلِ ارشاد کے مرتکب نہ ہو جائیں، اس لئے مجبورًا آپ نے دعا اور توجہ باطنی کی، حتیٰ کہ عنایت الٰہی سے ان (حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا مقصود حاصل ہو گیا۔ خواجہ ہاشم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تاریخ میں یہ قصہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کے خلیفہ شیخ تاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانی سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ مبارک سے ان مقامات میں پہنچے جو ہم نے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ ان کی توجہ نے ہمیں توحیدِ وجودی کے مقام سے نکال کر مقاماتِ شرعیہ میں پہنچا دیا۔

نیز صاحب روضۃ القیومیہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جو مکتوبات اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھے ہیں ان میں سے بعض میں تحریر فرمایا ہے کہ "میں نے عزیز متوقف کو فلاں مقام تک پہنچا دیا اور فلاں مقام سے فلاں مقام تک ترقی کرائی"۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے بعض احباب نے جرأت کر کے دریافت کیا کہ "عزیز متوقف سے کون صاحب مراد ہیں؟" تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "میں ہی عزیز متوقف ہوں، مجھے ہی اشارتًا عزیز متوقف لکھتے ہیں"۔ [56]

---

[56] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲٦٦

واپسیٔ سرہند

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کچھ عرصے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمتِ اقدس سے فیض یاب ہو کر سرہند تشریف لائے، اس کے بعد پھر آپ کو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی صحبت میسر نہ ہو سکی۔

اس سال دیگر حضرات کے علاوہ ملا عبدالرحمٰن ایک جید عالم آپ کے مرید ہوئے۔[57]

خانۂ کعبہ کا نزول

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو ہمیشہ کعبہ شریف کی زیارت کا بہت شوق رہا لیکن بعض موانعات کی وجہ سے وہ شوق پورا نہ ہو سکا، اس سال وہ شوق بہت زیادہ ہو گیا اور بے قراری زیادہ بڑھ گئی، ایک روز اسی بے قراری میں کشفی حالت میں کیا دیکھتے ہیں کہ جن و انس اور ملائکہ وغیرہ تمام مخلوق نماز ادا کر رہی ہے اور آنجناب کی طرف رخ کر کے سجدہ کر رہی ہے، جب آپ نے توجہ کی تو معلوم ہوا کہ کعبۂ معظمہ کی مثالی صورت نے آپ پر نزول فرمایا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ جو شخص کعبہ معظمہ کی طرف سجدہ کرتا ہے اس کا رخ آپ ہی کی طرف معلوم ہوتا ہے، اسی اثناء میں الہام ہوا کہ تم ہمیشہ کعبے کے مشتاق رہتے تھے ہم نے کعبے کو تمہاری ملاقات کے لئے بھیجا ہے، بعد ازاں کعبۂ معظمہ نے حضرت کی خانقاہ میں حلول کیا اور خانقاہ شریف اور مسجد کی زمین کو بیت اللہ کی زمین سے پوری پوری فناء و بقاء حاصل ہو گئی، چنانچہ بعد میں اس متبرک جگہ کو جہاں کعبۂ معظمہ

---

[57] روضۃ القیومیہ، ص ۱۱۵، ۱۱۶

کی مثالی صورت نے حلول کیا تھا نشاندہی کے طور پر باقی حصے سے اونچا کر کے ممتاز کر دیا گیا تھا، آج تک وہ صفہ زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔[58]

اس کے باوجود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو ظاہر طور پر فریضۂ حج ادا کرنے کا شوق بے چین و بے قرار رکھتا تھا جس کا اندازہ مندرجہ ذیل مکتوب سے بخوبی ہو سکتا ہے:

"اگرچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقیقتِ کعبہ کے ساتھ الحاق یعنی وصول میسر ہو چکا ہے اور اس الحاق کے بعد بے شمار ترقیاں حاصل ہو چکی ہیں، مگر صورت کو صورتِ کعبہ کی ملاقات کا شوق ہے۔ حج فرض ہو چکا ہے اور راستے کا امن بھی غلبۂ سلامتی کے باعث ثابت ہو چکا ہے اور اس فرض کے ادا کرنے کا شوق بھی کمال درجے کا ہے، لیکن دیر پر دیر ہوتی جارہی ہے، سفر کا استخارہ بھی موافقت نہیں کرتا اور اگرچہ اچھی طرح متوجہ ہوتا ہوں پھر بھی چلنے کا راستہ نہیں کھلتا اور کعبے تک پہنچنا نظر نہیں آتا، کیا کیا جائے، ادائے فرض کی تاخیر میں یہ تمام عذرات فائدہ مند نہیں ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے فریضۂ حج ادا کرنے کے ارادہ پر گھر سے نکلنا چاہیئے اور سر اور آنکھوں کے بل منزلوں کو قطع کرنا چاہیئے، اگر پہنچ گئے تو نعمتِ عظمیٰ ہے اگر راہ ہی میں رہ گئے تو بھی بڑی بھاری امیدواری ہے"۔[59]

اس قدر شوق و بے قراری اور کثرتِ اشتیاق کے باوجود آپ کو آخری عمر تک فریضۂ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً کوئی بہت بڑی شرعی رکاوٹ آپ کے اس سفر کی مانع رہی ہے، ورنہ آپ ضرور فریضۂ حج اور زیارتِ روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوتے۔

---

[58] روضۃ القیومیہ، ص ۱۰۱، ملخصًا

[59] مکتوبات شریف، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۷۲

تجدید کا دوسرا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۲ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۳ھ

لاہور کا سفر

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ تیسری مرتبہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں فیضِ صحبت حاصل کر کے سرہند شریف واپس تشریف لے آئے، چند روز وہاں گزار کر پیر بزرگوار کے ارشارہ و ارشاد کے بموجب تبلیغِ دین کے لئے لاہور تشریف لے گئے، چنانچہ لاہور کے چھوٹے بڑے علماء ومشائخ نے آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر پر جوش استقبال کیا اور نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ مولانا طاہر لاہوری، مولانا حاجی محمد، مولانا جمال الدین تلوی، خان خاناں اور مرتضیٰ خان وغیرہ بکثرت عوام وخواص آپ کے حلقہٗ ارادت و بیعت میں داخل ہوئے اور حلقہٗ ذکر و مراقبہ بہت وسیع ہو گیا مجلسِ صحبت ہر وقت گرم رہنے لگی۔ علاوہ ازیں شیخ خواجہ فرخ حسین ماوراء النہر سے اور سید صفر احمد رومی روم سے بہت تلاش و جستجو کے بعد لاہور ہی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔[60]

حضرت مولانا ہاشم کشمی قدس سرہٗ زبدۃ المقامات میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا جمال تلوی علیہ الرحمۃ کے ایک فاضل تلمیذ نے احقر سے بیان کیا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جب لاہور میں قیام پزیر تھے تو ہمارے استاذ مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے چاہا کہ چند قدم چل کر آپ کو

---

[60] روضۃ القیومیہ، ص ۱۱۷

رخصت کریں، جب آگے بڑھے تو مولانا نے آپ کے نعلین اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیئے، شاگردوں پر آپ کا یہ افراطِ تواضع گراں گزرا کیونکہ ہمارے اعتقاد کے مطابق مولانا موصوف علم و ورع اور تقویٰ وصفائے باطن کے لحاظ سے کم نہ تھے۔ جب ہم باہر آئے تو گستاخی کر کے ہم نے عرض کیا کہ آپ کی اس تواضع و تذلل کی کوئی وجہ نہیں؟ فرمایا یہ علماء باللہ و محرمانِ اسرارِ مع اللہ ہیں ان کا احترام ہم پر لازم ہے، لہٰذا اس باب میں مجھے معذور سمجھو بلکہ ماجور و مصاب جانو۔[61]

نیز مولانا جمال تلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک اور تلمیذ بیان کرتے ہیں کہ مولانا نے ایک روز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ آپ اس وقت علمِ احکام و علمِ اسرار کے جامع ہیں، مسئلہ وحدت الوجود چنداں ظاہر شرع سے موافقت نہیں رکھتا، آپ کے نزدیک اس مسئلے کا حل کیونکر ہے، آپ نے سرگوشی کر کے مولانا موصوف سے چند کلمات فرمائے، اسی وقت مولانا موصوف کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور ارباب حال کی طرح چہرہ متغیر ہو گیا، دیر تک خاموش بیٹھے رہے اور آخر خاموش ہی رخصت ہو گئے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ آپ نے کیا کہا اور مولانا نے کیا سنا۔

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی
کہ گفتی واز دیدہ خوں ریختی[62]

---

[61] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۷

[62] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۷

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ابھی لاہور ہی میں مقیم اور سرگرم حلقۂ ذکر و شغل تھے کہ حضرت پیر بزرگوار باقی باللہ قدس سرہٗ کے انتقال پرملال کی اطلاع آپ کو ملی کہ چند یوم کی علالت کے بعد ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ کو دہلی میں وصال ہو گیا ہے۔

اس جاں کاہ حادثہ کی خبر پاتے ہی آپ کا آرامِ دل بے آرامی میں تبدیل ہو گیا، بدن پر لرزہ طاری ہو کر ہوش و حواس گم ہو گئے اور ایک آہِ سرد کھینچ کر انا للہِ و انا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے بے اختیار بہ حالتِ اضطرار دہلی کی جانب روانہ ہو گئے۔ اگرچہ راستے میں سرہند شریف تھا لیکن گھر نہ گئے۔ دہلی پہنچ کر مرشد برحق کے مزار پر انوار کی زیارت کی، مخدوم زادوں اور پیر بھائیوں سے تعزیت کی اور صبر و دلاسہ دیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے اصحاب نے آپ کی صحبت و تربیت کی برکت سے اپنے شکستہ دلوں کے علاج کی درخواست کی، آپ نے اپنے پیر بزرگوار کے امر و وصیت کے مطابق اور دوستوں کی خواہش کے مطابق ان کے شکستہ دلوں کی تسلی و تشفی کے لئے چند روز دہلی میں قیام کرنا منظور فرمالیا اور احباب کے احوال کی جستجو اور ارشاد و افاضہ اور حلقۂ ذکر میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ نئے سرے سے تربیت و ارشاد کی اس محفل میں سرگرمی و تازگی پیدا ہو گئی اور طالبوں کے باطن میں آثار توجہات و انوارِ جذبات جلوہ گر ہو گئے۔[63]

اسی اثناء میں شیطان نے بعض کو ورغلا کر آپ کا مخالف بنا دیا، آپ نے ہر چند پند و نصیحت کی اور سمجھانا چاہا لیکن کچھ اثر نہ ہوا آخر آپ دہلی سے روانہ ہو کر سرہند شریف تشریف لے آئے۔ اس کے بعد صرف ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس پر دہلی تشریف لے گئے

---

[63] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۸

اور دو تین مرتبہ آگرہ جانے کا اتفاق ہوا، البتہ اخیر عمر میں تین سال تک شاہی لشکر کے ہمراہ بعض شہروں پر آپ کا گزر ہوا تو وہاں کے اکثر حضرات آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوا۔[64]

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خرقہ پیش ہونا

اس سال وہ خرقہ شریف جو حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے صاحب زادے سید تاج الدین عبدالرزاق قدس سرہٗ کو تفویض فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں ایک بزرگ وحیدِ امت پیدا ہو گا جو دین اسلام کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا اور شرک و الحاد کو نابود کرے گا، یہ خرقہ اس بزرگ کو عنایت کرنا۔ چنانچہ وہ خرقہ سید صاحب کے جانشینوں میں یکے بعد دیگرے امانتاً چلا آتا تھا، حتیٰ کہ جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو تجدید و قیومیت کی خلعت سے نوازا گیا تو حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ نے عالم رؤیا میں اپنے پوتے حضرت شاہ سکندر قدس سرہٗ[65] سے فرمایا کہ یہ خرقہ قیومیت مآب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو پہنچا دو۔ جب دو تین مرتبہ ایسا ہی خواب دیکھا تو شاہ سکندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خرقۂ مبارک لے کر کیتھل سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔[66] آپ اس وقت دوستوں کے ساتھ

---

[64] زبدۃ المقامات، ص ۱۵۸

[65] حضرت شاہ سکندر بن شاہ عماد الدین بن حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس اللہ اسرارہم کی کیتھل میں ولادت ہوئی بچپن ہی میں اپنے جدِ امجد کی صحبت میں روحانی و باطنی علوم کی تکمیل کی۔ آپ کو احوال و مواجید اور خرق عادات میں حضرت شاہ کمال قدس سرہ کا ورثہ حاصل تھا اور ایک مدت تک جذبات و حالتِ عظمیہ کا فیض جاری رہا۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آفتاب کو دیکھنا آسان ہے لیکن حضرت شاہ سکندر کے قلب کو نورانیت کے غلبہ کے سبب نگاہ کو دیکھنے کی تاب نہیں ہے، آپ کی وفات ۱۰۲۳ھ میں ہوئی اور آپ کا مزار پر انوار قصبہ کیتھل ضلع کرنال میں ہے۔ (زبدۃ المقامات و دربار قادری)

[66] روضۃ القیومیہ رکن اول، ص ۱۰۸

مراقب تھے۔ شاہ سکندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خرقۂ مبارک آپ کے کندھوں پر ڈال دیا۔ جب حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آنکھ کھولی اور شاہ سکندر کو دیکھا تو تواضع کے ساتھ معانقہ فرمایا، اس کے بعد شاہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میرے دادا حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ نے وصال کے وقت یہ جبۂ مبارک بطورِ امانت میرے سپرد کیا تھا اب چند مرتبہ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ یہ جبہ میں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ چنانچہ آپ نے اس جبۂ متبرکہ کو پہنا اور پھر اس کو پہنے ہوئے زنان خانے میں تشریف لے گئے۔

جب کچھ دیر بعد باہر تشریف لائے تو آپ نے اپنے کسی محرم اسرار دوست سے فرمایا کہ اس خرقۂ مبارک حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ کو پہننے کے بعد عجیب معاملہ پیش آیا کہ مجھ پر قادریہ نسبت کا اس قدر غلبہ ہوا کہ وہ نقشبندیہ نسبت پر غالب آگئی۔ پھر ذرا وقفے کے بعد نقشبندیہ نسبت اس پر غالب آگئی، چند مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ کبھی وہ نسبت غالب آجاتی اور کبھی یہ اتنے میں حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ حضرت شاہ کمال رحمہم اللہ تعالیٰ تک اپنے خلفاء حضرات کے ہمراہ تشریف لائے، میرے دل کو اپنے تصرف میں کیا اور اپنے انوار و اسرار اور نسبت ہائے خاصہ سے مجھے نوازا، میں ان انوار و احوال میں غرق ہو کر اس دریائے نور میں غواصی کرنے لگا، جب کچھ دیر اسی حالت میں گزر گئی تو مجھے خیال آیا کہ میں تو اکابر نقشبندیہ کا پروردہ ہوں اب یہ صورت کیا ہو گئی ہے ؟ اس خیال کے آتے ہی مشائخ نقشبندیہ کے خلفاء حضرات بھی حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کے ہمراہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے ہمراہ تشریف لے آئے اور حضرت خواجہ سید بہاؤالدین قدس سرہٗ نہایت ادب کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے پہلو میں بیٹھے اور دونوں سلسلوں کے حضرات میں تکرار ہونے لگی۔ مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ یہ تو ہمارا پروردہ ہے اور ہماری تربیت سے اس ذوق و حال اور کمال و اکمال تک پہنچاہے آپ حضرات کو اس پر کس طرح حق حاصل ہے۔ اکابر قادریہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایام طفولیت سے ہی ہماری نظر اس پر رہی ہے اور یہ ہمارے ہی خوانِ نعمت کی چاشنی چکھے ہوئے ہے اور ابھی ہم نے اس کو اپنا خرقہ پہنایا ہے۔

زبہرِ آں بتِ چوں شمع وچوں گل
گرفتہ جنگ باپروانہ بلبل

یہ مباحثہ جاری تھا کہ مشائخ کبرویہ و مشائخِ چشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی جماعت بھی آپہنچے اور انہوں نے مصالحت کرادی اس کے بعد میں نے ان دونوں نسبتوں سے کامل ووافر حصہ اپنے باطن میں پایا۔

الغرض آپ سلسلۂ قادریہ میں بھی مرید کرتے تھے اور ان مشائخ کا شجرہ وکلاہ ودامنی بھی دیتے تھے، اور اگر کوئی طالب اس سلسلہ کا ذکر طلب کرتا تھاتو اس کو اس کی تعلیم دیتے تھے اور ان کی نسبت سے طالب کی تربیت کیا کرتے تھے۔ آپ کو سلسلۂ چشتیہ میں اپنے والد ماجد سے اجازتِ ارشاد حاصل تھی۔[67]

حضرت خواجہ ہاشم کشمی اور مولانا بدرالدین سرہندی علیہما الرحمہ اپنی تاریخوں میں لکھتے ہیں کہ اس دن اس قدر اولیائے امت کی روحیں سرہند شریف میں تشریف لائیں کہ ہر جگہ ہر طرف وہی نظر آتی تھیں اور صبح سے ظہر تک یہی مناظرہ ومذاکرہ ہوتا رہا، آخر سب نے حضرت سرورِ کائنات کی طرف رجوع کیا۔ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازراہِ لطف وکرم ہر ایک کو تسلی و دلاسا دیا اور

---

[67] زبدۃ المقامات، ص ۱۳۴، ۱۳۵

فرمایا کہ تم سب اپنی اپنی نسبتیں اس عزیز کو دے دو جو شخص اس سلسلے میں داخل ہو گا اس کا اجر تم کو بھی مل جائے گا اور اس کے ذریعے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت زیادہ ہو گی، کیونکہ اسے نسبتِ معبود اسی سلسلے سے حاصل ہوئی ہے اور اس سلسلے کے سردار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام مخلوقات سے افضل ہیں، نیز اس طریقے میں اتباع سنت اور امور بدعت سے کنارہ کشی حد درجہ ہے۔[68] یہ واقعہ پیر کے دن ۱۵ شعبان ۱۰۱۲ھ کو تجدید و قیومیت کے دوسرے سال پیش آیا۔[69]

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی وفات کے بعد آپ کے مسودات مکاشفۂ خاصہ میں سے ایک مسودہ ملا جس میں چار دائرے بنے ہوئے تھے، ایک دائرے میں ولایت بالفتح لکھی ہوئی تھی اور دائرہ چہارم میں کمال مطلق لکھا ہوا تھا اور اربابِ دوائر اربعہ میں آپ کو بعد صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اخص لخواص سے شمار کیا تھا، ان دائروں کے حاشیئے پر مراتب و مقامات لکھے تھے جو آپ نے اپنے مکاشفے میں معائنہ کئے تھے اور ان دائروں کے درمیان مشائخِ طریقت کے دس بارہ نام لکھے ہوئے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا نام بھی آپ نے ان دس بارہ شخصوں کے درمیان تحریر فرمایا تھا۔[70]

اسی سال کے دوران سید صدر جہاں اور خان اعظم جو اکبر بادشاہ کے مقرب وزراء میں سے تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مرید ہوئے۔

---

[68] روضۃ القیومیہ، ص۱۰۹

[69] روضۃ القیومیہ، ص۱۱۱

[70] زبدۃ المقامات، ص۱۵۶

تجدید کا تیسرا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۳ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۴ھ

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے وصال پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ تعزیت کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور وہاں بعض حضرات کی مخالفت کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہو کر سرہند تشریف لے آئے۔ اس کے نتیجے میں مخالفین کے باطنی حالات و کیفیات میں فرق آگیا تو یہ حضرات بہت گھبرائے اور خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا محمد قلیچ خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جو حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ کے برادرِ نسبتی تھے نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی غلطی سے آگاہ کیا اور استدعا کی کہ آپ ہماری طرف سے مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں معافی کی درخواست کریں، چنانچہ ان کی درخواست پر حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"بعض دوستوں کے بارے میں (آپ نے) تحریر فرمایا تھا، اس فقیر نے ان کو قصوروں کو معاف کیا، اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے معاف فرمائے، لیکن دوستوں کو نصیحت کریں کہ حضور غیبت میں آزار و تکلیف کے درپہ نہ ہوا کریں۔ خاص کر میاں اللہ داد کے بارے میں لکھا ہوا تھا فقیر کو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن مشار الیہ کے لئے اپنی وضع کے بدلنے سے نادم ہونا ضروری ہے۔ معاف کرنا اس تقدیر پر مطلوب و متصور ہے کہ وہ لوگ اپنی وضع کو برا جانیں اور اس سے پشیمان ہوں ورنہ عفو کی گنجائش نہیں ہے۔ میرے مخدوم! وہ سلب کرنا اختیار میں نہ تھا جیسا کہ بالمشافہ تذکرہ آچکا ہے، وہ سلب اب بھی بدستور ہے زائل نہیں ہوا۔ آگ کے انگارے کو جب سرد کرتے ہیں اور آگ اس سے دور ہو جاتی ہے تو پانی ڈالنے کے بعد بھی اس میں آواز باقی نہیں رہتی ہے، یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی

آگ اس میں پوشیدہ ہے، واقعات کا کچھ اعتبار نہیں ہے، یہ بات اگر آج پوشیدہ ہے تو منتظر رہیں انشاء اللہ تعالیٰ کل ظاہر ہو جائے گی۔ [71]

اسی سال خان خاناں اور شیخ فرید الملقب بہ مرتضیٰ اللہ خاں نے جو پہلے حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے مرید تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدیدِ بیعت کی۔

اندازہ ہے کہ اسی سال حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر بزرگوار کی یاد میں ان کی دو رباعیوں کی شرح فرما کر اپنے خستہ و غمگین دل کے لئے تسکین کا سامان مہیا کیا۔

---

[71] مکتوبات شریف، مکتوب نمبر ۳۲

تجدید کا چوتھا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۴ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۵ھ

جیسا کہ ولادتِ باسعادت کے ضمن میں عرض کیا جا چکا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں اکبر بادشاہ کا دور دورہ تھا جس کی وجہ سے نہایت درجے بے دینی پھیلی ہوئی تھی، بادشاہ رعایا کو اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے ہٹا کر اپنی چوکھٹ پر جھکنے اور سجدہ کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ اس ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا منظر دیکھ کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رگوں میں اسلامی خون جوش زن ہوا، آپ نے خان خاناں، خانِ اعظم، سید صدر جہاں اور مرتضیٰ خاں وغیرہ کے ذریعے بادشاہ کو نصیحت آمیز پیغامات بھیجے۔ یہ حضرات اکبر بادشاہ کے مقربین میں سے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی روحانی قوت سے خوف دلایا۔ غرض کہ بہت قیل و قال کے بعد بادشاہ اس بات پر رضامند ہو گیا کہ:

"لوگوں کو اختیار ہے خواہ دینِ اسلام پر رہیں یا بادشاہ کے اختراعی طریقے میں شامل ہو جائیں اور کسی پر سجدۂ تعظیمی کرنے کے لئے بھی جبر نہ کیا جائے گا"۔

علاوہ ازیں بادشاہ نے اپنے درباریوں کا جائزہ لینے کے لئے ایک دن مقرر کیا جس میں سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عمل کرنے والوں کا خیمہ الگ تھا جو معمولی درجے کا تھا اور شاہی معتقدین کا خیمہ الگ تھا جو نہایت شاندار طریقے پر پر تکلف کھانوں سے آراستہ کیا گیا تھا، اکبر بادشاہ میدان میں ایک غرفے میں بیٹھا ہوا درباریوں کی آمد و رفت ملاحظہ کر رہا تھا کہ اتفاقاً عین دربار کے وقت نہایت تند و تیز ہوا چلی جس کی وجہ سے شاہی ذریات کا خیمہ اکھڑ گیا اور لوگوں کو بہت چوٹیں آئیں، خود بادشاہ بھی نہ بچ سکا اس کو بھی کسی چیز کے لگ جانے سے چوٹ آئی، لیکن خدا کی شان دیکھئے کہ سنتِ

نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چلنے والوں کا خیمہ جوں کا توں اپنی آب و تاب سے کھڑا رہا اور کسی کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچا۔[72]

اس واقعے کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد بروز شنبہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ کو اکبر بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

---

72 روضۃ القیومیہ، رکن اول: ص۱۲۶

اکبر بادشاہ کی موت[73]

خان بہادر شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ دہلوی مرحوم[74] تحریر فرماتے ہیں کہ اکبر نے ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی اور ملا عبدالقادر کی تاریخ ۱۰۰۴ھ پر ختم ہو جاتی ہے، ابوالفضل کی موت ۱۰۱۱ھ میں واقع ہوئی اور اکبر کے مرنے سے اس کی آئینِ اکبری اور اکبر نامہ ختم ہو گئے اس لئے اکبر کے مذہبی خیالات کے تغیرات کا ذکر آخر کے دس سال میں کسی مؤرخ نے نہیں لکھا، شہنشاہ اکبر کے مذہبی

---

[73] شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر بن ہمایوں بن بابر بن عمر بن سلطان ابوسعید بن سلطان محمد بن میران شاہ بن قطب الدین صاحب قرآن امیر تیمور گورگان بروز اتوار ۵ رجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء کو حمیدہ بانو کے بطن سے قلعہ عمر کوٹ ضلع تھرپارکر سندھ میں اس وقت پیدا ہوا جب ہمایوں، شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر بھٹکتا پھر رہا تھا۔ آخر ہمایوں ایران چلا گیا اور اکبر کابل میں اپنے چچا مرزا عسکری کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا، جب ہمایوں نے چار سال بعد شاہ طہماسپ صفوی کی مدد سے کابل فتح کیا تو اکبر اپنے ماں باپ سے ملا۔ ہمایوں نے اپنے وزیر بیرم خان کو اکبر کا اتالیق مقرر کیا جس کی نگرانی میں اس نے فنونِ جنگ اور طرز، جہانبانی تو سیکھ لیئے لیکن تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ ۱۵۵۵ء میں ہمایوں نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت حاصل کر لی، لیکن تقریباً چھ ماہ بعد ۱۵۵۶ء میں جبکہ اکبر عمر بمشکل چودہ سال ہو گی ہمایوں کتب خانہ کے زینے سے گر کر فوت ہو گیا، اور بروز جمعہ ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۵۵۶ء کو کلانور ضلع گورداس پور پنجاب میں اکبر کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا، چار سال تک وہ اپنے اتالیق بیرم خان کی نگرانی میں حکومت کرتا رہا بعد ازاں تمام انتظامات اس نے اپنے ہاتھ میں لیئے۔ شروع میں اس نے فتوحات پر اپنی توجہ مرکوز رکھی اور تمام شمالی ہندوستان اپنے زیر نگیں لے آیا۔ اس کی سلطنت میں کشمیر، افغانستان، سندھ اور گجرات شامل تھے، اس نے انتظام سلطنت میں نمایاں کامیابی حاصل کی، وہ نہایت ذہین اور ذکی الطبع انسان تھا، ناخواندہ ہونے کے باوجود اس نے جو تجربات کئے اور جو اصلاحات نافذ کیں وہ پڑھے لکھوں کے لئے بھی قابل رشک ہیں، شروع میں وہ مذہب اسلام کا بڑا پابند تھا علماء کی قدر کرتا اور بزرگان دین سے عقیدت رکھتا تھا، بعد میں شیخ مبارک ناگوری اور اس کے لڑکوں فیضی اور ابوالفضل کے اثر سے نہ صرف آزاد خیال ہو گیا بلکہ اس نے دینِ الٰہی کے نام سے ایک دین بھی رائج کیا تھا جس کو نہ اس کی زندگی میں مقبولیت حاصل ہوئی اور نہ وہ اس کے انتقال کے بعد جاری رہ سکا، بعض شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ آخر عمر میں اکبر اپنے غلط عقائد سے تائب ہو کر پھر ایک سچا مسلمان بن گیا تھا واللہ اعلم، تقریباً پچاس سال حکومت کر کے منگل ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۶۰۵ء کو انتقال کیا۔ آگرہ سے چار میل فاصلے پر سکندرہ میں مزار ہے۔

[74] تاریخ ہندوستان، ج۵، ص ۸۶۳

خیالات ہمیشہ بدلتے رہتے تھے معلوم نہیں کہ ان آخری دس سال میں اس میں کیا تغیر پیدا ہو۔ جہانگیر کی توزک جہانگیر کا ترجمہ انگریزی زبان میں میجر پرائس نے کیا ہے، ترجمے میں یہ فقرہ ہے ”شہنشاہ اکبر نے سب سے بڑے مولوی کے ہاتھ پر توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر جنتی مسلمانوں کی طرح وہ اس دنیا سے رخصت ہوا“۔ مگر اس مضمون کا کوئی فقرہ اس توزکِ جہانگیری میں نہیں ہے، جو ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر نے ۱۲۸۱ھ / ۱۸۶۴ء میں چھپوایا ہے۔ شمس العلماء موصوف نے جلد ششم میں تحریر فرمایا ہے کہ جہانگیر نے چھوٹی توزک میں اپنے باپ کے مرنے کا حال بہت دلچسپ لکھا ہے (اس میں درج ہے) روز سہ شنبہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۴ھ کو میرے باپ و مرشد کا سانس تنگ ہوا اور وقتِ رحلت نزدیک آگیا فرمایا "بابا (جہانگیر کو خطاب کیا) کسی آدمی کو بھیج کر میرے کل امراء اور مقربین کو بلا لو، تاکہ میں تجھ کو ان کے سپرد کروں اور اپنا کہا سنا ان سے معاف کراؤں، انہوں نے برسوں میری ہم رکابی میں جاں فشانی کی ہے۔ امراء حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے ان کی طرف منہ کر کے اپنا کہا سنا معاف کرایا اور چند فارسی اشعار پڑھے، میران صدر جہاں حاضر ہوائے اور دو زانو ادب سے بیٹھ کر کلمۂ شہادت پڑھنا شروع کیا۔ بادشاہ نے خود بھی اپنی زبان سے بلند آواز کے ساتھ کلمۂ شہادت پڑھا اور میران صدر جہاں سے فرمایا کہ سرہانے بیٹھ کر سورۃ یٰسین اور دعائے عدیلہ پڑھیں جب میران صدر جہاں نے سورۂ یٰسین پڑھ کر دعاءِ عدیلہ ختم کی تو بادشاہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور جان جانِ آفریں کو سپرد کی۔ [75]

[75] علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص ۱۰۱ بحوالہ خلاصہ، ص ۲۸ ے ۲۸۶۱۔ جلد ہشتم تاریخ ہندوستان

تجدید کا پانچواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۵ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے حلقۂ ارادت میں دور دراز ممالک کے بہت سے مشہور علماء و مشائخ داخل ہوئے۔ مثلاً شیخ طاہر بدخشی نے شاہِ بدخشاں کی رفاقت چھوڑ کر ہندوستان کا رخ کیا۔ راستے میں مولانا صالح کولابی، طالقان کے ایک جید عالم شیخ عبدالحق شادمانی، شیخ احمد برکی، مولانا یار محمد اور مولانا شیخ یوسف بھی ساتھ ہو گئے، بالآخر یہ سب حضرات سفر کی دشوار گزار منزلیں طے کرتے ہوئے سرہند شریف پہنچے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شرفِ زیارت و بیعت سے مشرف ہوئے آپ نے سب پر شفقت و عنایت کی نظر فرمائی۔

شیخ احمد برکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک ہفتے اپنی خدمت میں رکھا اور خلعتِ خلافت و قطبیت سے سرفراز فرما کر وطن کو رخصت کر دیا، چنانچہ شیخ احمد برکی کو اپنے وطن میں بڑی قبولیت نصیب ہوئی، خراساں، بدخشاں اور توران کے ہزارہا اشخاص آپ کے مرید ہوئے۔

اسی زمانے میں شیخ حسن کو اور شیخ یوسف کو بھی خلافت عطا فرما کر واپس کیا۔

مولانا صالح کولابی کو کچھ عرصے اپنی خدمت میں رکھ کر خلافت عطا فرما کر طالقان کی طرف روانہ فرمایا۔

مولانا قاسم علی کو بھی خلافت عطا فرما کر ماوراء النہر روانہ کیا۔

ان سب حضرات نے ان علاقوں میں دینِ اسلام کی بہت تبلیغ کی۔[76]

---

[76] روضۃ القیومیہ، ص ۱۲۸، ۱۲۹۔ اندازہ ہے کہ اس سال معارفِ لدنیہ کی تکمیل ہوئی۔

تجدید کا چھٹا سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۶ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۷ھ

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے طریقۂ عالیہ مجددیہ کی اشاعت خراسان و بدخشاں اور توران میں اس قدر ہوئی کہ وہاں کا کوئی شہر، گاؤں یا قصبہ ایسانہ تھا جہاں اس سلسلۂ عالیہ کے خلفاء نہ پہنچ گئے ہوں اور وہاں کے بڑے بڑے آدمی ان کے معتقد نہ ہو گئے ہوں۔

شیخ طاہر بدخشی کو بھی اسی سال خلافت سے مشرف فرمایا۔

اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خوش خبری دی گئی کہ آپ کا تمام سلسلہ قیامت تک جتنا ہو گا سب بخش دیا جائے گا، چنانچہ آپ اس نعمت کے شکر کا اظہار اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (الم نشرح ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

یہ فقیر اپنے دوستوں کے حلقے میں ایک روز بیٹھا ہوا تھا اور اپنی کم زوریوں پر غور کر رہا تھا۔ یہ فکر اس حد تک غالب آ چکی تھی کہ اپنے آپ کو (درویشی کی) اس وضع میں بغیر کامل مناسبت کے محسوس کر رہا تھا اسی عرصے میں بمصداق مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَهُ اللّٰہُ (جو اللہ تعالیٰ کے لئے انکساری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اور بلند فرما دیتا ہے) (کارکنان قضاء و قدر نے) اس دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا (اور مزید بلند کر دیا) اور میرے باطن میں یہ ندا دی کہ غَفَرْتُ لَکَ وَ لِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ اِلَیَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔ (میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان

تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو تیرے وسیلے سے مجھ تک پہنچیں، خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ)۔۔۔۔اس کے بعد مجھے حکم دیا گیا کہ میں اس واقعے کو ظاہر کردوں۔[77]

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے عرس پر دہلی تشریف لے گئے تو مخالفین حضرات ننگے سر اپنی اپنی دستاروں کو گلے میں ڈالے شہر سے کئی میل باہر استقبال کے لئے حاضر ہوئے اور بالمشافہ بھی اپنے قصوروں کی صدق دل سے معافی چاہی، آپ نے سب کو معاف فرمادیا۔[78]

---

[77] مبدأ و معاد: منہا نمبر ۵، رکن اول، ص ۱۲۴

[78] روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۲۴

تجدید کا ساتواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۷ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ

اس سال حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ نصیبِ دشمناں زندگی کی امید باقی نہ رہی، اس لئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے صاحبزادے خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور میر محمد نعمان کو بلا کر اپنی نسبتِ خاصہ القا کی بعد ازاں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پوری طور پر صحت نصیب ہوئی۔ [79]

شیخ فضل اللہ علیہ الرحمۃ برہان پوری اپنے زمانے کے بڑے مشائخ میں سے تھے جب ان کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تجدید و قیومیت کا علم ہوا اور انہوں نے آپ کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنی چاہی تو بعض حاسدین نے آپ کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا۔ چونکہ شیخ صاحب کمال بزرگ تھے اس لئے انہوں نے اس معاملے کی تحقیق کے لئے ایک ذی استعداد مرید کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا، چنانچہ وہ تین ماہ تک خانقاہ شریف میں رہ کر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات کا مشاہدہ کرتا رہا اور آپ کا معتقد ہو گیا۔ واپسی کے وقت اس نے اپنے آنے کی غرض وغایت بیان کی تو آپ نے اس کے شبہات کے تسلی بخش جواب دیئے۔ اس مرید کے واپس پہنچنے پر شیخ فضل اللہ بھی حضرت کے معتقد ہو گئے۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص اطرافِ سرہند سے آپ کے پاس مرید ہونے کی غرض سے آتا تو فرماتے کہ ”آفتاب کو چھوڑ کر ستاروں کی طرف رجوع کرنا برا ہے“۔ [80]

---

[79] روضۃ القیومیہ: ص ۱۳۴۔ سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی قدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۸۳

[80] روضۃ القیومیہ: ص ۱۳۴۔ سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی قدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۸۳

اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خلافت عطا فرما کر دکن بھیجا۔ اس علاقے میں میر صاحب کے ارشاد وہدایت نے یہاں تک ترقی کی کہ مراقبے کے لئے خانقاہ میں کئی سو سوار اور بے شمار پیادے حاضر ہوا کرتے تھے، یہ زمانہ چونکہ جہانگیر بادشاہ کی سلطنت کے ابتدائی دور کا تھا اور وہ اپنی کمزوریوں کا احساس کرتے ہوئے ایسے مجمع کو خطرے سے خالی نہ سمجھتا تھا، اس لئے اس نے میر صاحب موصوف کو دکن سے بلا کر اپنے پاس رکھا۔ [81]

[81] حضرات القدس، ص۲۶۹

تجدید کا آٹھواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۸ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۱۹ھ

شیخ حسن غوثی علیہ الرحمۃ بھی ہندوستان کے بلند پایہ علماء میں سے تھے، ان کو بھی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مدارج کمالات میں شبہ تھا، لیکن تحقیق کے بعد انہوں نے توبہ کی اور آپ کے تمام کمالات کا اعتراف کیا اور اولیاء کے احوال میں جو تذکرہ لکھا ہے اس میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے احوال میں یہ عبارت درج ہے:

"بالا نشین مسندِ محبوبیت، صدر آرائے محفلِ وحدانیت، خدیو مقامِ فردیت و قطبیت، صاحب مرتبۂ قیومیت و تجدیدِ الف"۔

ہندوستان کے ایک رئیس تربیت خاں کے ہاں کسی تقریب کے موقع پر چند علماء بھی مدعو تھے رئیس موصوف نے ان سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے بارے میں دریافت کیا تو ایک عالم نے کہا کہ حضرت کے اوضاع واطوار دیکھ کر نہ صرف یہ کہ میری عقیدت بڑھ گئی بلکہ گزشتہ اولیاء رحمھم اللہ تعالیٰ کی عظمت بھی میرے دل میں قائم ہو گئی۔ دوسرے عالم نے کہا کہ کتابیں تصنیف ہوتی ہیں یا تالیف، ایک عرصے سے تصنیف کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا صرف تالیف رہ گئی تھی، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام مکتوبات ورسائل تصنیفات ہیں جو آپ کی علوِشان کی شاہد ہیں، کیونکہ میں نے ان کا بغور مطالعہ کیا ہے آپ نے کسی دوسرے کی عبارت کا کہیں حوالہ نہیں دیا، بلکہ صرف اپنے حاصل کردہ علوم و اسرار بیان فرمائے ہیں۔ ایک اور عالم نے کہا کہ انصاف کی بات تو یہ ہے کہ جو شخص ایک ادب کے ترک کو اپنے لئے حرام سمجھتا ہو اس کا کلام کس طرح شریعت سے ہٹا ہوا ہو سکتا ہے، ان کے کلام اور شریعت میں بال برابر بھی فرق نہیں، لیکن بات یہ ہے کہ اہلِ

زمانہ کا مزاج ان کے حقائق سمجھنے کے لائق نہیں ہے وغیرہ۔ ان حقائق کو سن کر تربیت خاں اس قدر متاثر ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوا اور باقی عمر آپ کی خدمت میں گزار دی اور مرنے کے بعد بھی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روضۂ شریفہ کے بالکل قریب دفن ہوا۔[82]

---

[82] روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص۱۳۶

تجدید کانواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۹ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۰ھ

اس سال کے حالات میں صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازراہِ لطف و کرم حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو اپنا مکون ومزور بنایا"۔ "مُکَوَّن" اور "مُزَوَّر" اس شخص کو کہتے ہیں کہ جب شیخ کامل چاہے کہ اپنے کمالات خاصہ کو مرید میں القا کرے تو مرید اس کے تصرف و توجہ سے شیخ کی رنگت اختیار کر جائے اور اس کے حقائق ودقائق سے متحقق ہو جائے حتیٰ کہ مرید کی صورت بھی شیخ کی صورت ہو جائے۔[83]

اس بات کو سمجھنے کے لئے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی توجہ شریفہ سے نانبائی کا حضرت خواجہ کے ہم شکل بن جانا مثال کے لئے کافی ہے۔

علاوہ ازیں اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بعض کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ اسی سال خواجہ محمد اشرف کابلی اور شیخ میرک حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، شیخ میرک شہزادہ داراشکوہ[84] کے استاد تھے۔ چنانچہ داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں اپنے استاد کا آپ سے بیعت ہونا لکھا

---

[83] روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۳۸

[84] داراشکوہ شاہجہاں کا سب سے بڑا لڑکا تھا، اس کی ولادت ۲۹ صفر ۱۰۲۴ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۶۱۵ھ میں ہوئی، وہ فارسی، عربی اور سنسکرت زبان میں تبحر رکھتا تھا، مذہب اسلام کے ساتھ ساتھ اس نے ہندو مذہب کا بھی گہرا مطالعہ کیا تھا جس کی وجہ سے اس میں کچھ ایسی رواداری پیدا ہو گئی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلام کے ساتھ دیگر مذاہب کو بھی حق سمجھنے لگا تھا۔ اسلامی شریعت سے زیادہ وہ ایک ایسے تصوف کا قائل تھا جس میں ایمان و کفر کا فرق مٹ جاتا ہے، وہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں سے ویسی ہی عقیدت رکھتا تھا جیسی مسلمان اولیاء وصوفیہ سے۔ اس کے ان عقائد اور خیالات نے سنی مسلمانوں کو اس سے بد ظن کر دیا تھا اور وہ سمجھنے لگے تھے کہ اگر اس کو حکومت مل گئی تو ایک مرتبہ پھر دورِ اکبری مع اپنے الحاد و بد دینی کے لوٹ آئے گا۔ اورنگ زیب عالمگیر بھی جو شریعت کے بے حد پابند تھے اسی لئے داراشکوہ کے مخالف تھے، ان مخالفتوں کے باوجود شاہجہاں، داراشکوہ کو اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے۔ اتفاق سے ۱۶۸۵ء میں بادشاہ بیمار ہوئے، دارا نے

ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ”میرے استاد بہت چھان بین کے بعد حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تھے“۔[85]

اسی سال رسالہ مبدأ و معاد کے مضامین مکمل ہوئے۔

ان کی بیماری کو پوشیدہ رکھ کر امورِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لیئے۔ عالمگیر کو اطلاع ہوئی تو انہیں مجبورًا مقابلے میں آنا پڑا۔ پہلے ساموگڑھ کے مقام پر دارا کو شکست دی اور دارالحکومت پر قبضہ کر کے امورِ مملکت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پھر اجمیر کے قریب دارا نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد گرفتار کر لیا گیا اور ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۲۹ھ بمطابق ۹ ستمبر ۱۶۵۹ء کو قتل کر دیا گیا۔ اس کا جسدِ خاکی ہمایوں کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا، اس کی تصنیفات میں سفینۃ الاولیاء مشہور ہے۔

[85] سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۸۴

تجدید کا دسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۰ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۱ھ

اسی سال شیخ خلیل اللہ بدخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خواجہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رؤیائے صادقہ کی بناء پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے بیعت کے لئے بدخشاں سے حاضر ہوئے۔ آپ نے کمال شفقت و مہربانی سے ان کو حلقۂ ارادت میں داخل کر لیا۔[86]

اسی سال شیخ بلخی بھی جو اپنے زمانے کے اکابر مشائخ میں سے تھے آپ کے مرید ہوئے، انہوں نے اپنے مرید ہونے کا یہ سبب بتایا کہ ایک رات میں نمازِ تہجد کے بعد خواجہ محمد زاہد بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خواجہ صدر الدین کی روح پر فتوح کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی کہ آپ تو اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے اور میرا کام تا حال سرانجام نہیں ہوا لوگ مجھے شیخ سمجھ کر مرید ہونے کے لئے آتے ہیں، آپ کسی ایسے بزرگ کا پتہ دیں جو اس زمانے میں فائق تر ہو تا کہ میں اس سے تکمیل کروں۔ آپ نے فرمایا "حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں سرہند شریف جاؤ" چنانچہ شیخ بلخی[87] حاضر ہو کر مرید ہوئے۔[88]

بروز جمعہ ماہ جمادی الاخریٰ ۱۰۲۱ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے صاحبزادۂ اعظم حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔[89]

---

[86] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۱

[87] میر مومن بلخی کے نام سے مکتوب صادر ہوا ہے، شاید یہی ہوں، واللہ اعلم

[88] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۲

[89] حضرات القدس، دفتر دوم، ص ۱۹۱

تجدید کا گیارہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۱ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۲ھ

اس سال حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ نے ایک روز مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اپنے آپ کو ایک ایسا نور پاتا ہوں کہ تمام عالم اس سے منور ہے اور وہ نور عالم کے ہر ذرہ میں ساری ہے، جیسا کہ آفتاب کا نور کہ اس سے تمام عالم منور ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ''اے فرزند! تم اپنے وقت کے قطب ہو گے، میری اس بات کو یاد رکھنا''۔ چنانچہ مخدوم زادہ علیہ الرحمہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضرت عالی منقبت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ کو چودہ سال کی عمر میں قطبیت کی بشارت دی تھی اور الحمدللہ کہ قیومیت کی خلعت کے عطاء ہونے سے دس گیارہ سال پہلے یہ بشارت پوری ہو گئی اور اس بشارت کے اثرات حاصل ہوئے''۔[90]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے معتقدین و مریدین کی تعداد میں جہاں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا وہاں کچھ حاسدین و ناقدین بھی پیدا ہو گئے تھے، حتیٰ کہ وہ آپ کی اہانت و خفت کے درپے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ فی الواقع قیوم و مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہیں تو ہمیں کوئی کرامت دکھائیں جس طرح کہ پیغمبر اپنے زمانے میں معجزہ دکھاتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ان لوگوں کی باتوں کا علم ہوا تو فرمایا ''ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارا دل یہی چاہتا ہے تو آؤ مباہلہ کر لو''۔ جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مباہلے کے لیئے تیار ہیں تو وہ مباہلہ سے خائف ہو کر طالب

---

[90] حضرات القدس، دفتر دوم، ص ۲۳۳

کرامت ہوئے اور حسبِ منشاء کرامت کے ظاہر ہونے پر توبہ کی اور حاضر خدمت ہو کر مرید ہو گئے۔[91]

[91] روضۃ القیومیہ، ص۱۴۴تا۱۴۷، ملخصاً

تجدید کا بارہواں سال

از ۱۲ربیع الاول ۱۰۲۲ھ تا ۱۱ربیع الاول ۱۰۲۳ھ

اسی سال مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی علیہ الرحمۃ جو علماء کے سرتاج اور تصانیف عالیہ کے مصنف تھے اور بہت سی کتابوں پر حواشی و شروح بھی لکھی ہیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تصانیف دیکھ کر معتقد ہو گئے اور پھر حاضر خدمت ہو کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے سب سے پہلے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو "امامِ ربانی، محبوب سبحانی، مجدد الف ثانی" تحریر کیا تھا۔[92] اور تجدید الف کے اثبات میں ایک رسالہ مسمی بہ دلائل[93] التجدید لکھا ہے جس میں نہایت قوی دلائل اور براہین سے آپ کو مجدد الف ثانی ثابت کیا ہے۔[94]

اسی سال شیخ حمید جو ایک کامل صاحب استعداد بزرگ تھے اور اکبر آباد میں رہتے تھے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اکبر آباد تشریف لے جانے پر مرید ہوئے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ عرصہ بعد آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر بنگال کی طرف جانے کی اجازت فرمائی، جہاں آپ کو شہرت عامہ نصیب ہوئی اور آج تک شیخ حمید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ اس ملک میں رائج ہے۔[95]

---

[92] روضۃ القیومیہ، ص ۱۵۰

[93] آپ کی مجددیت کے بیان میں ایک اور مستقل اور بے نظیر کتاب بھی تالیف ہو چکی ہے جس کا نام شواہد التجدید ہے اس کا ایک قلمی نسخہ مخدومی حضرت مولانا حافظ ہاشم جان صاحب مدظلہ العالی کے کتب خانے میں موجود ہے، نیز بھوپال کی خانقاہ عالیہ مجددیہ میں بھی اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

[94] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۹، ۱۵۱

[95] روضۃ القیومیہ، ص ۱۴۹، ۱۵۱

میر یوسف سمر قندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مرید تھے بعد میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تجدید بیعت کی پھر کسی کام سے اپنے وطن چلے گئے تھے، اسی سال واپس آئے تو مرض الموت میں مبتلا ہو گئے، آخر مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے آپ کی درخواست پر سلوک طے کرادیا بعد ازاں آپ نے وفات پائی۔[96]

صاحب روضۃ القیومیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شب صاحب زادہ خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ حجرے میں آرام فرمارہے تھے کہ جنات نے آکر صحن میں کھیلنا شروع کر دیا اور شرارت کے طور پر دروازے کھٹکھٹانے لگے اور چاہتے تھے کہ اندر داخل ہو کر صاحب زادہ موصوف کو پریشان کریں ان کے اس شور و غوغا سے صاحب زادہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آنکھ کھل گئی، ساتھ ہی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی بیدار ہو گئے اور آپ نے زور سے کھنکار کر فرمایا، ''محمد سعید دروازہ نہ کھولنا''۔ جنات نے جوں ہی آپ کی آواز سنی تو آپس میں کہنے لگے کہ حضرت بیدار ہو گئے ہیں پس بھاگ چلو ورنہ ہلاک کر دیں گے، چنانچہ وہ سب جنات بھاگ گئے۔ بعد ازاں حضرت مجدد قدس سرہٗ نے جنات کے بادشاہ کو بلایا وہ حاضرِ خدمت ہوا تو اس نے آپ سے معافی مانگی اور جو جنات صاحب زادہ موصوف کو ستانے کا ارادہ رکھتے تھے ان کو ہلاک کر دیا اور جس قدر جنات خانقاہ کے گرد و نواح میں آباد تھے ان کو وہاں سے نکال دیا۔ پھر شاہِ جنات نے مرید ہونے کے لئے منت و سماجت کی تو آپ نے جنات کے بادشاہ کو مع لشکر کے مرید فرمالیا۔[97]

---

[96] روضۃ القیومیہ، ص۱۴۹، ۱۵۱

[97] روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۵۲، ۱۵۳

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جنات سے متعلق مبدأ و معاد میں تحریر فرماتے ہیں:

"ایک دن جنات کے حالات کو اس فقیر پر منکشف فرمایا گیا۔ اس فقیر نے دیکھا کہ جنات گلی کوچوں میں انسانوں ہی کی طرح گھوم پھر رہے ہیں اور ہر جن کے سر پر ایک فرشتہ مقرر ہے وہ جن اس فرشتے کے ڈر سے اپنا سر بھی نہیں اٹھا سکتا اور اپنے دائیں بائیں دیکھ بھی نہیں سکتا۔ وہ مقید اور محبوس (قیدیوں کی طرح) گھوم رہے تھے اور قطعاً کسی مخالفت کی مجال نہیں رکھتے تھے، بجز اس کے کہ میرا پروردگار ہی کسی چیز کو چاہے۔ اور اس وقت کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مؤکل (فرشتۂ مقرر) کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہے، اگر وہ جن سے ذرا سی بھی مخالفت کا احساس کرے تو ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دے۔

خدائے کہ بالا و پست آفرید
زبردستِ ہر دست، دست آفرید [98]
خدا نے بنایا ہے بالا و پست
زبردست بالائے ہر زیر دست

---

[98] مبدأ و معاد، منہا نمبر ۵۶، ص ۸۵

تجدید کا تیرہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ

اس سال بلخ میں ایک شیخ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خواب میں قطب الاقطاب کے مرتبے پر فائز دیکھا تو حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اسی طرح ایک سید زادے اور سلسلۂ چشتیہ کے ایک سجادہ نشین کا بیعت ہونا روایت میں درج ہے لیکن ان بزرگوں کے نام کو کسی نے ظاہر نہیں کیا، اس لئے ہم بھی مجبور ہیں۔

اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے جد امجد بانیٔ سرہند شریف حضرت امام رفیع الدین قدس سرہٗ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ فاتحہ کے بعد تمام قبرستان کی مغفرت کے لئے دعا کی۔ الہام ہوا کہ ہم نے ایک ہفتے کے لئے اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا۔ آپ نے الحاح وزاری کے ساتھ مزید درخواست کی کہ اے پروردگار تیری رحمت کی کوئی انتہاء نہیں اور زیادہ مغفرت فرما۔ بار بار درخواست کے بعد الہام ہوا کہ ہم نے اپنے فضل سے تمہاری خاطر اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا۔

پھر ایک دن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے والد بزرگوار مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ کے مزار پر فاتحہ اور زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت موصوف کے دل میں حدیث شریف کے اس مضمون کا خیال آیا کہ جب کسی عالم کا قبر پر گزر ہوتا ہے تو چالیس روز تک صاحبِ قبر پر عذاب نہیں ہوتا۔ یہ خیال آتے ہی الہام ہوا کہ آپ کی تشریف آوری کے سبب ہم نے اس

قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا اور آئندہ بھی جو شخص اس قبرستان میں دفن کیا جائے گا ہم اپنے فضل و کرم سے بخش دیں گے۔ شہر سرہند کا تمام قبرستان اسی مقام پر واقع ہے۔[99]

[99] روضہ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۵۴، ۱۵۵

تجدید کا چودھواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ

اس سال ۱۰۲۵ھ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات کی پہلی جلد مکمل ہوئی، اس کے جامع شیخ یار محمد بدخشی طالقانی ہیں۔ اور اس کی نقلیں ایران، توران اور بدخشاں وغیرہ ممالک بھیجی گئیں۔[100]

اسی سال کئی الم ناک حادثات پیش آئے۔ خصوصاً سرہند شریف میں طاعون کی وبا ایسی پھیلی کہ روزانہ ہزارہا آدمی اجل کا شکار ہونے لگے، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے صاحبزادے شیخ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پھر دوسرے صاحب زادے شیخ محمد فرخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے چند دن بعد آپ کی صاحب زادی ام کلثوم قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم بھی رحلت فرما گئیں۔ ان کے بعد حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سب سے بڑے فرزند حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کا بھی ۹ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ کو مرض طاعون میں وصال ہو گیا۔ (**انا للہ و انا الیہ راجعون**) آخر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی دعا کی برکت سے یہ وباء دور ہوئی۔[101]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اپنے ایک مکتوب گرامی میں مرض طاعون کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: "اس وباء میں ہماری شوئ اعمال سے اول چوہے ہلاک ہوئے جو ہم سے زیادہ اختلاف رکھتے تھے، اس کے بعد عورتیں، جن کے وجود پر نوع انسانی کی نسل و بقاء کا دارومدار ہے مردوں کی

---

[100] روضۃ القیومیہ، ص ۱۶۳

[101] روضۃ القیومیہ، ص ۱۵۹

نسبت زیادہ مر گئیں۔ اور جو اس وباء میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا اس نے اپنی زندگی پر خاک ڈالی اور جو شخص نہ بھاگا اور مر گیا اس کو موت شہادت کی مبارک باد دی اور خوش خبری ہے"۔[102]

ایک دوسرے مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"یہ مصیبتیں بظاہر جراحت نظر آتی ہیں مگر حقیقت میں ترقیات اور مرہم ہیں۔ وہ ثمرات و نتائج جو اس دنیا میں ان مصیبتوں پر مرتب ہوئے ہیں وہ ان ثمرات کا سواں حصہ ہیں جن کے لئے ملنے کی امید و توقع حق تعالیٰ کی عنایت سے آخرت میں ہے۔ فرزندوں کا وجود عین رحمت ہے زندگی میں بھی ان سے فائدے اور منافع ہیں اور مرنے پر بھی ثمرات و نتائج مترتب ہیں"۔

چند سطور کے بعد:

"حدیث شریف میں ہے کہ "طاعون پہلی امتوں کے حق میں عذاب تھا اور اس امت کے لئے شہادت ہے"۔ واقعی وہ لوگ جو اس وباء سے مرتے ہیں عجیب حضور و توجہ سے مرتے ہیں، حرص آتی ہے کہ کوئی شخص ان دونوں میں اس بلا والے لوگوں کے ساتھ ملحق ہو جائے اور دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کر جائے۔ یہ بلا اس امت میں بظاہر غضب ہے اور باطن میں رحمت"۔

میاں شیخ طاہر بیان کرتے تھے کہ لاہور میں طاعون کے دنوں میں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے کہہ رہے ہیں:

"جو کوئی ان دنوں میں نہ مرے گا حسرت اٹھائے گا"۔

ہاں جب ان گزشتہ لوگوں پر نظر کی جاتی ہے تو حالتِ غریبہ اور معاملات عجیبہ مشاہدہ میں آتے ہیں۔ شاید شہدائے فی سبیل اللہ ان خصوصیات سے ممتاز ہوں۔

---

[102] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب ص۲۹۹

میرے مخدوم! فرزندِ عزیز (خواجہ محمد صادق) قدس سرہٗ کی مفارقت بڑی بھاری مصیبت ہے معلوم نہیں کہ کسی کو اس قسم کی مصیبت پہنچی ہو لیکن وہ صبر و شکر جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس مصیبت میں اس ضعیف القلب کو کرامت فرمایا ہے بڑی اعلیٰ نعمت اور عظیم انعام ہے۔ یہ فقیر حق سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ اس مصیبت کی جزا آخرت پر موقوف رکھے اور دنیا میں اس کی جزا کچھ بھی ظاہر نہ ہو، حالانکہ جانتا ہوں کہ یہ سوال بھی سینے کی تنگی کے باعث ہے ورنہ حق سبحانہ و تعالیٰ بڑی وسیع رحمت والا ہے"۔

فَلِلهِ الأخِرَۃُ وَ الاولی۔

"دنیا و آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے"۔

تجدید کا پندرہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۵ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ

اس سال وبا کے دور ہونے کے بعد ایک دن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا شہر سرہند سے باہر جنوب مشرق کی طرف چند میل کے فاصلے پر ایک مقام موضع بر اس سے گزر ہوا اس گاؤں کے متصل شمالی جانب ایک بلند ٹیلہ ہے آپ نے اسے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا، وہیں نمازِ ظہر ادا فرمائی پھر دیر تک مراقبہ کرنے کے بعد ہمراہیوں سے فرمایا کہ نظر کشفی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ٹیلے پر انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں، مجھے ان بزرگوں کی روحانیت سے ملاقات بھی حاصل ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات و تنزیہ و تقدیس کی نسبت جو کچھ اہل ہنود کے مذہبی پیشواؤں نے لکھا ہے وہ ان ہی انبیاء علیہم السلام کے علوم سے حاصل کیا ہے، یہ مقام انبیاء علیہم السلام کی ہجرت گاہ ہے۔[103]

اسی سال حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر قرآنی حروفِ مقطعات کے اسرار ظاہر فرمائے اور آپ نے صرف اپنے خلفِ ارشد حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کئی دن تک خلوت میں ان اسرارِ مقطعات قرآنی سے آگاہ فرمایا۔ چنانچہ خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مجدد قدس سرہٗ کے ان اسرار کا اظہار فرماتے وقت مجھ پر بے ہوشی طاری ہو جایا کرتی تھی۔[104]

---

[103] روضۃ القیومیہ، ص ۱۶۲، ۱۶۳، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دفتر اول، مکتوب ۲۵۹، ص ۵۰۲

[104] روضۃ القیومیہ، ص ۱۶۴، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دفتر اول، مکتوب ۲۵۹، ص ۵۰۲

اس سال بہت سے خلفاء ہدایت و اشاعت اسلام کے لئے مختلف مقامات پر بھیجے گئے۔ ستر حضرات مولانا محمد قاسم کی سرداری میں ترکستان کی طرف روانہ کئے، اور چالیس حضرات عرب، یمن، شام اور روم کی طرف مولانا فرخ حسین کی ماتحتی میں بھیجے گئے۔ مولانا محمد صادق کابلی کے ماتحت دس معتبر حضرات کاشغر کی طرف بھیجے گئے اور تیس خلفاء مولانا شیخ احمد بر کی کی سرداری میں توران، بدخشاں اور خراساں گئے، اور ان لوگوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔[105]

[105] روضۃ القیومیہ، ص۱۶۶، ۱۶۷، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، دفتر اول، مکتوب ۲۵۹، ص ۵۰۲

تجدید کا سولہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۶ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۷ھ

اب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی بزرگی اور ارشاد و ہدایت کا شہرہ تمام عالم میں بلند ہو چکا تھا، تجدید ملت کی نوبت ہر چہار طرف بجنے لگی تھی، زمانے بھر کے بڑے بڑے اولیاء حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ غرض ہر طرف سے لوگ جوق در جوق زیارت اور شرفِ بیعت کے لئے آنے لگے۔ حتیٰ کہ عرب و عجم، ماوراء النہر، بدخشاں، کابل اور ہندوستان میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپ کے خلفاء موجود نہ ہوں۔ آپ کی عظمت و دبدبے کی یہ شان تھی کہ بڑے بڑے متکبروں کو بھی آپ کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اور آپ خلافِ شریعت کاموں پر ہدایت و تنبیہ فرمانے میں کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے۔

چنانچہ اسی سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خبر پہنچی کہ شہر سامانہ کے خطیب نے عید الاضحیٰ کے خطبے میں خلفائے راشدین کے اسمائے گرامی نہیں ادا کئے تو آپ نے مکتوب نمبر ۱۵/ج ۲ جو شہر سامانہ کے بزرگ سادات اور قاضیوں ورئیسوں کے نام صادر فرمایا ہے تحریر فرماتے ہیں:

”سنا گیا ہے کہ اس جگہ کے خطیب نے عیدِ قربان کے خطبے میں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذکر کو ترک کیا ہے اور ان کے مبارک ناموں کو نہیں لیا“۔

پھر چند سطروں کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

”خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر اگرچہ خطبے کی شرائط میں سے نہیں لیکن اہل سنت کا شعار تو ضرور ہے اور اس شخص کے سوائے جس کا دل مریض ہو اور باطن پلید ہو اور کوئی شخص عمداً

اور بغیر سرکشی کے اس کو ترک نہیں کرتا۔ ہم نے مانا کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا مگر مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کا کیا جواب دے گا اور اتقوا من مواضع التهم کے موافق تہمت سے کس طرح بچ سکے گا، الخ"۔

اس سال کا ایک اہم واقعہ سلطان جہانگیر کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے منحرف ہونا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اکبر بادشاہ فوت ہوا تھا تو رعایا بہت خوش تھی اور شکر ادا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ملحدانہ عقائد والے بادشاہ سے نجات دلوائی اور جہانگیر بادشاہ کے اخلاق و عادات اور عدل و انصاف سے لوگوں کو توقع تھی کہ وہ دینِ اسلام کی اشاعت میں مدد و معاون ہو گا اس لئے مزید خوش تھے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی جہانگیر کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے، چنانچہ آپ خواجہ میر نعمان کو ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کے مکتوب شریف میں سلطانِ وقت کی خدا پرستی اور احکام شریعت کے موافق عدل و انتظام کا حال لکھا ہوا تھا اس کے مطالعے سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور کمال ذوق پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح بادشاہِ وقت (جہانگیر) کو عدل و عدالت کے نور سے منور کیا ہوا ہے اسی طرح ملتِ محمدیہ کو بھی بادشاہ کے حسنِ اہتمام سے عزت و نصرت بخشے"۔ [106]

لیکن جب لوگوں نے دیکھا کہ حکومت میں اہلِ تشیع کا غلبہ ہو رہا ہے تو بہت گھبرائے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں اس فتنے کے دفیعے کے لئے توجہ بلیغ کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا جب تک ہم اپنے نفس پر تکلیف گوارہ نہ کریں گے مخلوقِ خدا اس فتنے سے خلاصی نہیں پائے گی۔ بعد ازاں آپ نے شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو خلافت عنایت فرما کر شاہی لشکر آگرہ

---

[106] مکتوبات شریف، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۹۲

بھیج دیا اور رخصت کے وقت شیخ بدیع الدین سے فرمایا کہ تمہیں شاہی لشکر میں قبولیت عامہ نصیب ہو گی، اگر کسی وجہ سے تم کو تکلیف بھی پہنچے تو مستقل مزاج رہنا اور ہماری اجازت کے بغیر وہاں سے حرکت نہ کرنا، اگر مستقل مزاج نہ رہو گے تو خود بھی تکلیف اٹھاؤ گے اور ہمیں بھی تکلیف پہنچے گی۔

چنانچہ شیخ بدیع الدین کو لشکرِ شاہی میں قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ اکثر ارکانِ سلطنت نے شیخ صاحب موصوف سے رجوع کیا اور لشکر کے ہزارہا آدمی مرید ہو گئے ہر روز اس قدر ہجوم ہوتا کہ بڑے بڑے امراء کو بڑی مشکل سے شیخ کی زیارت نصیب ہوتی۔ اس دوران میں آپ سے بہت کشف و کرامات بھی ظاہر ہوئیں، آخر ان احوال کی اطلاع آصف الدولہ شیعہ وزیر اعظم کو ہوئی تو وہ بہت برہم ہوا اور موقع پا کر جہانگیر بادشاہ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلاف بھڑکایا، طرح طرح کے الزامات لگائے اور کہا کہ سرہند کے ایک مشائخ زادے نے جو علوم عربیہ میں ماہر ہے اور مختلف درویشوں سے خلافت پائی ہے مجددیت کا دعویٰ کیا ہے، اس نے صدہا خلفاء مختلف دور دراز ملکوں میں بھیج دیئے اور لاکھوں آدمی اس کے اور اس کے خلفاء کے مرید ہو گئے ہیں۔ کئی غیر ممالک کے بادشاہ خود اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے ہیں اور ہمارے لشکر میں بھی اس کا ایک خلیفہ مقیم ہے اکثر امرائے سلطانی مثلاً خانخاناں، سید صدر جہاں، خان جہاں، خان اعظم، مہابت خان، تربیت خان، سکندر خان، دریا خان، مرتضیٰ خان وغیرہ سب اس کے حلقہ بہ گوش ہو گئے ہیں۔ خوف ہے کہ غفلت میں کوئی اور شکل ظہور پذیر نہ ہو جائے۔ نیز حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض نازل معارف جنہیں عام لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے وہ جہانگیر کو دکھائے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ شاہی احکام کے ذریعے فوجی لوگوں کو شیخ بدیع الدین کے پاس جانے پر سخت پابندی لگا دی گئی اور شیخ کو ان کے کشف و کرامات کی وجہ سے جادوگر وغیرہ مشہور کر دیا گیا۔ ان

حالات سے مجبور ہو کر بعض ضعیف الاعتقاد لوگ ان کی خدمت میں آمد ورفت سے رک گئے، بعض خفیہ طور پر آتے جاتے رہے اور بعض راسخ العقیدہ بے تکلف شیخ بدیع الدین کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے لیکن جس کے حاضر ہونے کی اطلاع ہو جاتی موردِ عتاب شاہی ہوتا۔ اس بنا پر شیخ موصوف خود بھی لوگوں کو اپنے پاس آنے سے منع کرتے کہ تم کو میرے پاس آنے سے تکلیف پیش آنے کا خطرہ ہے۔ ساتھ ہی شیخ موصوف ان تمام حالات و واقعات کی اطلاع حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں ارسال کرتے رہے اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بھی ان کو تسلی اور اطمینان دلاتے رہے۔

اس دوران میں وزیر اعظم جہانگیر بادشاہ کو برابر بھڑکاتا رہا۔ آخر دربار شاہی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے قتل یا جلاوطنی یا قید کے مشورے ہونے لگے اور روزانہ نئی سے نئی افواہیں پھیلائی گئیں، جب ان مشوروں اور افواہوں کی اطلاع شیخ بدیع الدین کو ہوئی تو وہ گھبرا کر اکبر آباد سے روانہ ہو گئے اور اپنے وطن سہارنپور ہوتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو شیخ موصوف کی آمد کی اطلاع ہوئی تو شیخ پر بہت ناراض ہوئے کہ میں نے تم کو تاکیداً منع کر دیا تھا کہ وہاں سے میری اجازت کے بغیر نہ آنا پھر تم کیوں چلے آئے، تم شاہی لشکر میں خلیفہ بنا کر بھیجنے کے قابل نہیں ہو، اب تم آگرہ ہرگز واپس نہ جانا۔ شیخ نے خیال کیا کہ حضرت موصوف نے غصے میں واپس جانے سے منع فرمایا ہے اصل مقصد نہیں ہے، لہٰذا مناسب یہی ہے کہ جلد واپس چلا جاؤں۔ چنانچہ شیخ صاحب اس غلط فہمی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اجازت کے بغیر پھر آگرہ شاہی لشکر میں پہنچ گئے۔

اب مخالفین کو اور موقع ملا اور بادشاہ کو شیخ کے واپس آنے کی اطلاع کے ساتھ یہ پٹی بھی پڑھائی کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ شیخ کے ذریعے فوج سے ساز باز کر رہے ہیں اور اب وہ کوئی خصوصی پروگرام شاہی لشکر کے لئے لے کر آئے ہیں اور بغاوت کا سخت اندیشہ ہے اس لئے جلد کوئی کارروائی کرنی چاہیئے۔ لہٰذا اس سلسلے میں ضروری سمجھا گیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خصوصی مریدین جو اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے ان کو دور دراز ملکوں میں تبدیل کر دیا جائے تا کہ مزید فتنہ برپا نہ ہونے پائے۔ چنانچہ خان خاناں کو دکن، خان جہاں لودھی کو مالوہ، خان اعظم کو گجرات اور مہابت خان کو کابل کی صوبہ داری پر بھیج دیا اور اسی طرح باقی حکام کو بھی جو آپ کے خاص معتقد تھے دور دراز صوبوں کا حاکم بنا کر بھیج دیا گیا۔ [107]

---

[107] زبدۃ المقامات، ص ۳۴۷ تا ۳۵۰، روضۃ القیومیہ، رکن اول، ص ۱۷۰ تا ۱۷۴۵ ملخصًا

تجدید کا سترہواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۷ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۸ھ

جب جہانگیر بادشاہ کو حکام کے اپنے اپنے تبدیل شدہ مقامات پر پہنچنے کی اطلاع مل گئی اور اس کو اطمینان ہو گیا کہ اب اگر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلاف کوئی کارروائی کی جائے تو یہ لوگ بے خبر رہیں گے اور سلطنت میں کسی قسم کا نقصِ امن نہیں کر سکیں گے۔ اس کے بعد بادشاہ نے ایک فرمان حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے نام جاری کیا جس میں آپ سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے آپ کو مع جملہ صاحب زادگان و مریدین دعوت دی گئی اور حاکم سرہند کو تاکید کی کہ جس طرح ہو سکے مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو یہاں بھجوادو۔

جب حکم نامہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اپنے صاحب زدگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم علیہاالرحمۃ کو پوشیدہ طور پر پہاڑی علاقہ کی طرف بھیج دیا اور اہل و عیال کو دلاسا و تسلی دے کر خود حاضر الوقت پانچ مریدوں کو ہم راہ لے کر روانہ ہو گئے، رخصت کے وقت اہل و عیال اور معتقدین نے گھبراہٹ و بے چینی ظاہر کی لیکن حضرت موصوف نے سب کو تسلی دی اور صبر و تحمل سے کام لینے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ تکلیف صرف ایک سال کے لئے بعد ازاں آرام ہی آرام ہے۔

بادشاہ نے جب آپ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو امراء کو آپ کے استقبال کے لئے بھیجا اور نہایت احترام کے ساتھ شاہی مہمان کی حیثیت سے آپ کا خیر مقدم کیا، اپنے محل کے قریب آپ کا خیمہ نصب کرایا اور آپ کے ہم راہیوں کے لئے بھی خیمے لگوادیئے۔ آخر بادشاہ نے ملاقات کے لئے آپ کو دربار میں طلب کیا، آپ دربار میں تشریف لے گئے تو آدابِ شاہی جو خلافِ شرع شریف

تھے آپ نے ادا نہ کئے۔ بادشاہ کی جوں ہی حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ پر نظر پڑی تو وہ اس درجہ متاثر ہوا کہ آداب شاہی بجانہ لانے پر ذرا بھی معترض نہ ہوا۔ یہ حال دیکھ کر شیعہ وزیر حیران رہ گیا اور بادشاہ سے کہا "حضور یہ وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل بتاتا ہے اور حضرت موصوف کا وہ مکتوب گرامی بھی پیش کیا جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں اپنے تفصیل احوال کے سلسلے میں تحریر کیا تھا۔ وھو ھذا۔

دوسری عرض یہ ہے کہ دوبارہ اس مقام کے ملاحظہ کے وقت اور بہت سے مقامات ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے نیاز و عاجزی سے توجہ کرنے کے بعد جب اس پہلے مقام سے اوپر کے مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے، اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے وہ مقام بھی جن کا ذکر اب ہوتا ہے تکمیل و ارشاد کے مقام ہیں۔ اور اس مقام کے اوپر ایک اور مقام نظر آیا جب اس مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی وہاں عبور واقع ہوا ہے، اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام ظاہر ہوا بندہ اس مقام پر بھی پہنچا اور اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہر مقام میں اپنے ہمراہ پاتا تھا اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے، سوائے عبور اور مقام اور مرور اور اثبات کے کچھ فرق نہیں ہے اور اس مقام سے اوپر سوائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور کوئی مقام نہیں ہوتا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل ایک اور نہایت عمدہ نورانی مقام کہ اس جیسا کبھی نظر میں نہ آیا نہیں تھا ظاہر

ہوا، اور وہ مقام اس مقام سے تھوڑا بلند تھا جس طرح کہ صُفہ کو سطح زمین سے ذرا بلند بتاتے ہیں، اور معلوم ہوا کہ وہ مقامِ محبوبیت کا مقام ہے اور مقام رنگین اور منقش تھا، اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس سے رنگین معلوم کیا۔ اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا اور ہوا یا بادل کے ٹکڑے کی طرح اطراف میں پھیل گیا اور بعض اطراف کو گھیر لیا اور حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاءالدین نقشبند قدس سرہٗ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام میں ہیں، بندہ اپنے آپ کو اس کیفیت کے ساتھ جو عرض کی گئی ہے اس مقام کے مقابل مقام میں پاتا ہے۔[108]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل جانے اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل سمجھے۔ حالانکہ اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خارش زدہ کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔[109]

اور جس عبارت سے لوگ یہ مطلب سمجھے ہیں وہ سیر عروج کا حال ہے کہ اکثر صوفیہ کو ابتدائے حال میں بڑے بڑے مقامات کی سیر حاصل ہوتی ہے اور پھر اپنے اصلی مقام پر آجاتے ہیں، مثلاً دربار شاہی میں کہ ہر ایک امیر وزیر شاہ زادے کی جگہ مقرر ہے، اگر سلطان کسی شخص کو مصلحتاً اپنے پاس ذرا سی دیر کے لئے طلب فرمائے اور اس سے سرگوشی کرکے پھر اس کو واپس کر دے، چونکہ وہ شخص تمام ارا کینِ سلطنت کے مقام سے گزرتا ہوا آئے گا تو اس سے یہ ضروری نہیں کہ وہ شخص ان کا ہم

---

[108] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۱

[109] مکتوبات شریف، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۰۲

رتبہ وہم درجہ ہو گیا، یہی حال اس عروجِ باطنی کا بھی ہے۔ علاوہ ازیں اس مکتوب میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے تیئں اس مقام کے عکس سے رنگین پایا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ زمین ہر روز آفتاب کے عکس سے روشن ہوتی ہے مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ زمین آفتاب ہو گئی۔ غرض کہ حضرت کے معقول جوابات سے بادشاہ کو ایسی تسلی ہوئی کہ اس کا غصہ دور ہو گیا۔[110]

اور بادشاہ نے کہا واقعی ہمارا خیال بھی ایسا ہی تھا کہ آپ جیسے بزرگ صالح اور متقی سے کیوں اہلِ حق کی مخالفت ظاہر ہو گی۔ جب شیعہ وزیر نے دیکھا کہ یہ داؤ بھی نہ چل سکا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ حضور! شیخ صاحب نے آداب سلطنت کی کوئی رعایت نہ کی۔ اس پر بادشاہ نے آپ سے وجہ دریافت کی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے آج تک خدا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے آداب واحکام کی پابندی کی ہے اس کے علاوہ مجھے کوئی آداب نہیں آتے، بادشاہ نے ناراض ہو کر کہا مجھے سجدہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے سوائے خدا کے نہ کسی کو سجدہ کیا اور نہ کروں گا۔ بادشاہ نے کہا نہیں تم کو سجدہ کرنا پڑے گا۔ حضرت نے فرمایا تم مجھ سے ہرگز سجدہ نہیں کرا سکتے۔

کہتے ہیں کہ اس واقعے سے پہلے شہزادۂ دین پناہ شاہجہاں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے خلوص کامل رکھتا تھا علامہ افضل خان اور خواجہ عبد الرحمٰن مفتی کو کتبِ فقہ کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیج چکا تھا کہ سجدۂ تحیۃ سلاطین کے لئے آیا ہے، اگر آپ سجدہ کر لیں تو آپ کو بادشاہ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، میں ضامن اور ذمہ دار ہوتا ہوں۔

---

[110] مشائخ نقشبندیہ مجددیہ، ص ۲۱۱

آپ نے فرمایا:

یہ حکم بطور رخصت ہے اور بطور عزیمت حکم یہ ہے کہ غیرِ حق کو کبھی سجدہ نہ کریں۔[111]

جب بادشاہ کو اندازہ ہو گیا کہ آپ کسی طرح اس کو سجدہ نہیں کریں گے تو کہا اچھا آپ کا سجدہ صرف اتنا ہے کہ سر کو ذرا خم کر دیں باقی آداب میں نے معاف کر دیئے کیونکہ مجھے آپ سے شرم آتی ہے اور یہ کہ میری زبان سے ایک بات نکل گئی ہے اس کو پورا ہونا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اس بات کے لئے بھی سر نہ جھکاؤں گا۔ بادشاہ نے اپنے مقربین سے کہا کہ شیخ صاحب کے سر کو پکڑ کر ذرا جھکا دو اور پھر ان کو تحفے اور انعام دے کر رخصت کر دو کیونکہ مجھے ان سے شرم آتی ہے۔ چنانچہ چند قوی ہیکل امراء نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سر مبارک کو خم کرنا چاہا اور بہت زور لگایا کہ کسی طرح ذرا خم کر دیں لیکن ممکن نہ ہوا، حتیٰ کہ زور آزمائی کی وجہ سے حضرت موصوف کی بینیٔ مبارک سے خون جاری ہو گیا، بعد ازاں بادشاہ نے کہا اچھا شیخ صاحب کو چھوٹے دروازے سے جو قدمِ آدم سے چھوٹا تھا لے کر آؤ کہ اس سے گزرتے وقت تو سر کو جھکانا ہی پڑے گا، لیکن حضرت نے اس دروازہ سے گذرنے کے لئے پہلے اپنا قدم نکالا اور پھر سر کو پچھلی طرف جھکا کر داخل ہوئے۔ شیعہ وزیر نے یہ حالت دیکھ کر بادشاہ کو اور بھڑکایا کہ شیخ صاحب جب آپ کے حضور میں اس قدر تکبر کرتے ہیں تو باہر نکل کر نہ جانے کس قسم کی شورش کا موجب ہوں، ایسا موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا، شیخ صاحب کو ابھی قید کر لیں ورنہ بعد میں بڑی پریشانی ہو گی اور اس وقت پچھتانا کچھ مفید نہ ہو گا۔ آخر

[111] حضرات القدس، دفتر دوم، ص ۹۰

بادشاہ شیعہ وزیر کے اصرار کرنے پر حضرت کو قید کرنے پر رضامند ہو گیا اور گوالیار کے قلعے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو نظر بند کرنے کا حکم دے دیا۔[112]

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جہانگیر سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی اور دوسری ملاقات میں اس نے آپ کو گوالیار کے قلعے میں قید کرنے کا حکم دیا۔ واللہ اعلم

چنانچہ جہانگیر نے خود بھی توزک جہانگیری میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی قید و بند کے بارے میں نہایت مغرورانہ انداز میں لکھا ہے:

دریں ایام[113] بعرض رسید کہ شیخ احمد نام شیادے در سہرند دام زرق و سالوس فرو چیدہ بسیارے از ظاہر پرستاں بے معنی راصید خود کردہ بہر شہرے و دیارے یکے از مریدانِ خود را کہ آئین دکان آرائی و معرفت فروشی و مردم فریبی را از دیگراں پختہ تر داند خلیفہ نام نہادہ فرستادہ و مزخرفاتے کہ بہ مریداں و معتقدان خود نوشتہ کتابے فراہم آوردہ مکتوباتے نام کردہ و دراں جنگ مہملاتے بامقدماتے لاطائل مرقوم گشتہ کہ بکفر و زندقہ منجر می شود ازاں جملہ در مکتوبے نوشتہ کہ در اثناءِ سلوک گذارم بمقام ذی النورین افتاد، مقامے دیدم بغایت

---

[112] روضۃ القیومیہ، ص۱۷۹، ۱۸۰

[113] حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے قلعۂ گوالیار میں قید کرنے کی تاریخ کے سلسلہ میں عرض ہے کہ توزک جہانگیری کے ص۲۶۵ پر چودھویں جشن نوروز کے حالات شروع ہوتے ہیں، جو بروز ہفتہ ۴ ربیع الثانی ۲۸ ۱۰ھ کو منایا گیا تھا۔ اس سال کے ماہِ خورداد (مطابق جمادی الاخریٰ ۱۰۲۸ھ مطابق مئی ۱۶۱۹ء) میں جو حالات و واقعات پیش آئے ان کی تفصیلات کے ضمن میں ص ۲۷۲، ۲۷۳ پر یہ عبارت درج ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی ماہ کے وسط میں آپ کو قید کیا گیا، واللہ ورسولہ اعلم!

عالی و خوش بصفا ز انجا در گذشتم بمقام فاروق پیوستم و از مقامِ فاروق بمقام صدیق عبور کردم و ہر کدام را تعریفے در خورِ آں نوشتہ و از انجا بمقام محبوبیت و اصل شدہ مقامے مشاہدہ افتاد بغایت منور و ملون کو درا بانواع انوار و الوان منعکس یافتم یعنی استغفراللہ از مقام خلفاء در گذشتہ بعالی مرتبت رجوع نمودم و دیگر گستاخی ہا کردہ کہ نوشتن آن طولے دارد و از ادب دور است بنا بریں حکم فرمودم کہ بدرگاہِ عدالت آئین حاضر سازند، حسب الحکم بملازمت پیوست و از ہر چہ پرسیدم جواب معقول نتوانست سامان نمود و با عدم خرد و دانش بغایت مغرور و خود پسند ظاہر شد صلاح او منحسر دریں دیدم کہ روزے چند در زندان ادب محویں باشد تا شوریدگی مزاج و آشفتگی و ماغش قدرے تسکین پذیرو شورش عوام نیاز فرونشیند، لاجرم بانے سنگدلان حوالہ شد کہ در قلعہ گوالیار مقید دارد۔

شہنشاہ جہانگیر نے اگرچہ مندرجہ بالا عبارت مجد الف ثانی قدس سرہٗ کی مدح میں نہیں لکھی بلکہ اس عبارت کا انداز منہ چڑانے کے مترادف ہے، اس کے باوجود اس عبارت میں بعض حقائق پنہاں ہیں۔ مثلاً یہ کہ جہانگیر خود اس بات کا اعتراف کر رہا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اور آں موصوف کے خلفاء و مریدین نے ہر شہر و ہر قصبے میں معرفت کی دکان کھولی ہے، یعنی آپ کی مقبولیت اس قدر عام ہو گئی تھی کہ ہر شہر و ہر قصبے میں آپ کی تعلیمات کے مدارس اور ذکر و اشغال کی مجالس قائم ہو گئی ہیں۔ اس سے زیادہ حضرت کی مدح و ستائش کیا ہو سکتی ہے، سچ ہے "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"۔

دیگر یہ کہ چونکہ جہانگیر تصوف اور سلوک کی منازل و درجات سے ناواقف تھا، اس لئے وہ ان مقامات کو نہ سمجھ سکا جس کی بناء پر اس نے آپ کو قید کی سزا دی اور یقیناً وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے جذبۂ اخلاص واتباع سنت کے اثر سے متاثر اور آپ کی ولایت و کرامت کا ضرور تھا اور آپ کی عظمت و جلال کا رعب و دبدبہ بدرجۂ اتم اس کے دل پر ضرور چھا چکا تھا ورنہ جب کہ اس نے اپنی شہزادگی کے زمانے میں ابوالفضل جیسے وزیر اعظم کو قتل کرا دیا تھا تو وہ اپنی مطلق العنان بادشاہی کے دور میں آپ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

چونکہ ان واقعات کے سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو الہام ہو چکا تھا اسی لئے آپ قید ہونے سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ ابھی تک میری تربیت جمالی طور سے ہوئی ہے، اب حق تعالیٰ کو منظور ہے کہ جلالی طور سے ہو، اور مجھ پر ایک مصیبت آنے والی ہے جو میرے مدارِ قرب کی ترقیات کا موجب ہو گی۔ چنانچہ آپ نے ان قید و بند کی تکالیف کو بہ خوشی قبول فرمالیا۔

دفتر سوم، مکتوب نمبر ۲ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو قید کرنے کے بعد آپ کی حویلی، سرائے، کنواں، باغ اور کتابوں کو ضبط کر لیا گیا تھا اور سب متعلقین کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑا۔

نقل ہے کہ جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ گوالیار کے قلعے میں پہنچے تو حاکم قلعہ شاہی حکم کے مطابق نہایت سختی سے پیش آیا، یہ دیکھ کر آپ کے احباب میں سے ایک صاحب نے پاسبانوں سے کہا کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ بادشاہ نے ہمیں یہاں قید کر رکھا ہے؟ یاد رکھو کہ ہم حکم الٰہی سے یہاں آئے ہیں، اگر ہم چاہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمہاری آنکھوں میں خاک ڈال کر ایک دم باہر جا سکتے ہیں۔ اتنا کہہ کر اچھلے اور قلعے کی دیوار پر جا بیٹھے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جب یہ

حرکت دیکھی تو جھڑک کر فرمایا کہ کیا مجھ میں اظہارِ کرامت کی قدرت نہیں جو تم کر رہے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اس جفا کو برداشت کرنے پر مامور ہیں:

تو سمجھتا ہے حوادث ہیں ستانے کے لئے

یہ ہوا کرتے ہیں ظاہر آزمانے کے لئے

تُندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے!

جب پاسبانوں نے یہ حالت دیکھی تو بہت نادم و پشیماں ہوئے اور حاضرِ خدمت ہو کر معافی مانگی۔ [114]

نقل ہے کہ جب حضرت قلعہ گوالیار میں پہنچے تو وہاں کئی ہزار غیر مسلم قیدی بھی تھے آپ نے ان کو تبلیغ دین کر کے مشرف بہ اسلام کیا اور سینکڑوں قیدیوں کو ارادت سے سرفراز فرما کر درجاتِ ولایت پر پہنچا دیا۔ [115]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جمادی الاخریٰ ۱۰۲۸ھ میں جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا تو مکتوبات شریف کے دفتر دوم کو اسی واقعے کی یادگار کے طور پر ختم کر کے مکمل کر دیا گیا۔ واللہ اعلم!

اسی سال آپ کے خلیفہ شیخ احمد برکی کا وصال ہوا۔ جب اس کی اطلاع حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہوئی تو بہت افسوس کیا۔

[114] سیرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ص ۱۲۷، ۱۲۸

[115] علماء ہند کا شاندار ماضی، ص ۲۵۲

تجدید کا اٹھارواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۸ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۲۹ھ

اس سال کے اہم واقعات میں جہانگیر کے خلاف امراء کی بغاوت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رہائی اور لشکر میں قیام، بادشاہ سے ملاقاتیں اور دینِ اسلام کی تبلیغ و ترویج وغیرہ ہیں۔

ہندوستان کے امراء اور اراکین سلطنت مثلاً عبدالرحیم خان خاناں، خانِ اعظم، سید صدرِ جہاں، خان جہاں لودھی اور مہابت خاں وغیرہ جو حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید و معتقد تھے، آپ کی نظر بندی کی خبر سن کر آگ بگولہ ہو گئے اور جنگ کرنے کے لئے باہمی خط و کتابت شروع کر دی، آخر یہ طے پایا کہ کابل کے حاکم مہابت خان کو اپنا سردار مقرر کیا جائے، مگر اسی اثناء میں حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کی جانب سے ہدایات موصول ہوئیں کہ میری یہ کیفیت اپنی رضامندی سے ہے، خبردار آپ لوگ کوئی جنبش یا حرکت نہ کریں۔[116]

صاحبِ روضۃ القیومیہ نے ان واقعات کو اس طرح قلمبند کیا ہے کہ مہابت خان نے جب ہر طرح کے انتظامات مکمل کر لئے تو خطبے اور سکے سے بادشاہ کا نام نکال کر کابل سے ہندوستان کی طرف چلا، جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو بہت پریشان ہوا اور سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ مہابت خان کا مقابلہ کیا جائے، چنانچہ بادشاہ خود ایک جرار لشکر لے کر نکلا، آخر دریائے جہلم پر جہانگیر اور مہابت خان کا مقابلہ ہوا۔ جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے کہ شاہی لشکر میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مریدوں میں کثرت تھی اور سب کو معلوم تھا کہ مہابت خان حضرت موصوف کو قید کرنے کی وجہ سے بادشاہ سے جنگ کرنے پر مجبور ہوا ہے، اس لئے بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں لشکر

---

[116] سیرت امام ربانی، ص ۱۳۰، ۱۳۱

نے مہابت خان پر حملہ صرف دکھانے کے لئے کیا۔ بادشاہ غصے میں بھرا ہوا تو تھا ہی اس نے آگے دیکھا نہ پیچھے بڑھتا چلا گیا۔ مہابت خان جنگی چال چل کر پیچھے ہٹتا چلا گیا، حتیٰ کہ بادشاہ کو گھیرے میں لے کر گرفتار کر لیا۔ وزیر اور باقی لشکر کو جب بادشاہ کی گرفتاری کا علم ہوا تو بہت گھبرائے اور صلح کی پیشکش کی، اور وزیر نے مہابت خان کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت خوشامد کی اور معافی مانگی۔

بادشاہ تین یا سات دن مہابت کے پاس نظر بند رہا، اس دوران بعض امراء نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو تخت پر بٹھانا چاہا لیکن حضرت نے تخت پر بیٹھنا تو درکنار قید سے نکلنا بھی پسند نہ کیا بلکہ آپ نے امراء کے ذریعے مہابت خان کو پیغام بھیجا کہ "فتنہ اور فساد فرو کرو، اور بادشاہ کی اطاعت کرو"۔

جب مہابت خان نے جہانگیر کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا پیغام سنایا تو وہ حیران ہوا اور حضرت کی عظمت و ہیبت سے تھرا گیا۔ چنانچہ مہابت خان نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رہائی کا عہد و پیمان لے کر بادشاہ کو تخت پر بٹھایا اور خود دست بستہ سامنے کھڑا ہو گیا اور آدابِ سلطنت بجا لایا۔ بادشاہ نے بھی اس کا قصور معاف کیا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی رہائی کا حکم دیا۔ آپ کی نیک نیتی اور اخلاص کے اس عظیم مظاہرہ سے متاثر ہو کر بادشاہ نے آپ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے تشریف لانے کی دعوت دی۔[117]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے چند شرطیں حاضر ہونے کے لئے پیش کیں، جن کو بادشاہ نے بخوشی منظور فرمایا۔

---

[117] روضۃ القیومیہ، ص۱۸۸، ۱۸۹، سوانح عمری حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ، ص۸۹

اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ بڑی عزت و احترام سے رہا کئے گئے، تین یوم سرہند شریف قیام فرما کر آپ شاہی لشکر آگرہ میں تشریف لے گئے۔ ولی عہد شہزادہ خرم اور وزیر اعظم نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو شاہی مہمان خانے میں نہایت احترام کے ساتھ ٹھہرایا گیا۔ بادشاہ نے آپ کی پیش کردہ شرطوں کو پورا کیا چنانچہ:

۱۔ سجدۂ تعظیمی بالکل موقوف کر دیا گیا۔

۲۔ گاؤکشی میں آزادی دی گئی، گائے کا گوشت بر سرِ بازار فروخت ہونا شروع ہوا۔

۳۔ بادشاہ اور ارکانِ دولت نے ایک ایک گائے دربارِ عام کے دروازے پر اپنے اپنے ہاتھ سے ذبح کی اور کباب تیار کرا کے کھائے۔

۴۔ ملک کے جس جس حصے میں مساجد شہید کی گئی تھیں دوبارہ تعمیر کی گئیں۔

۵۔ دربارِ عام کے قریب ایک خوش نما مسجد تعمیر ہوئی، تیار ہونے پر بادشاہ امراء سمیت اس مسجد میں آیا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی امامت میں نماز ادا کی۔

۶۔ ہر شہر اور قصبے میں دینی تعلیم کے لئے مکتب اور مدرسے قائم کئے گئے۔

۷۔ شہر بہ شہر محتسب، شرعی مفتی اور قاضی مقرر ہوئے۔

۸۔ کفار پر جزیہ مقرر ہوا۔

۹۔ جس قدر قوانین خلافِ شرع جاری تھے سب یک قلم منسوخ کئے گئے۔

۱۰۔ جملہ بدعات اور رسومِ جاہلیت بالکل مٹادی گئیں۔ اس طرح دینِ اسلام میں نئے سرے سے رونق اور تازگی پیدا ہوئی، مسلمانوں کے قلوب مسرت سے لبریز ہوگئے، اور شبانہ روز کفار اپنی رضا اور غبت سے حلقۂ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوگئے۔[118]

صاحبِ روضۃ القیومیہ رقم طراز ہیں کہ بادشاہ گزشتہ گستاخیوں کی بابت بہت شرمندہ تھا، ہر روز اپنے خاتمہ بالخیر اور مغفرت کے لئے آنجناب (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ) سے التجا کرتا۔ آنحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خاطر جمع رکھو میں اس وقت بہشت میں داخل ہوں گا جب تم کو اپنے ساتھ لے لوں گا۔[119]

حضرت مولانا عبد الشکور صاحب فاروقی مجددی لکھنوی علیہ الرحمۃ قید سے رہائی کے واقعات کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

قید سے رہائی کا واقعہ بھی آپ کی روشن کرامت ہے۔ بادشاہ جہانگیر نے خواب دیکھا، خواب کیا قسمت جاگ اٹھی، دیکھا کہ سید الخلق اشرف الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطور تاسف اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے فرمارہے ہیں کہ جہانگیر! تونے کتنے بڑے شخص کو قید کر دیا۔

اس خواب کے بعد فوراً آپ کی رہائی عمل میں آئی مگر دشمنوں نے پھر کچھ کہہ سن کر بادشاہ سے یہ حکم دلوایا کہ چند روز آپ ہمارے لشکر میں رہیں۔ گو یہ چیز حضرت کے لئے قید سے کم تکلیف دہ نہ تھی لیکن کام جو بنا وہ اسی سے بنا۔ بادشاہ کو آپ کی صحبت نصیب ہوئی اور اس صحبت نے اس کے باطن

---

[118] سیرتِ امام ربانی، ص ۱۳۲، ۱۳۳

[119] روضۃ القیومیہ، ص ۱۹۷

کومزکی کر دیا، پھر تو وہ آپ کا غلام تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی، شراب و کباب اور دوسرے منہیات سے ایسی بے تعلقی اختیار کی کہ باید و شاید۔[120]

جہانگیر اپنی توزک میں رہائی کے واقعات کو اپنے شاہی رعب و جلال کے ساتھ اس طرح لکھتا ہے:

"دریں تاریخ[121] شیخ احمد سرہندی راکہ بجہت دکان آرائی وخود فروشی وبے صرفہ گوئی روزے چند در زندان ادب محبوس بود بحضور طلب داشتہ خلاص ساختم خلعت وہزار روپیہ خرچ عنایت نمودہ ورفتن وبودن مختار گردانیدم او از روئے انصاف معروض داشت کہ ایں تنبیہ و تادیب در حقیقت ہدایتے و کفایتے بود نقش مراد در ملازمت خواہد بود"۔

جہانگیر کی یہ عبارت بھی اپنے شاہی متکبرانہ انداز میں ہے لیکن اس عبارت سے واضح طور پر یقین ہوتا ہے کہ وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے جذبۂ اخلاص سے ضرور مرعوب ہو چکا تھا جب ہی تو اس نے خلعت اور ہزار روپیہ کی رقم عنایت فرمائی اور اس کا بھی اختیار دیا کہ خواہ وہ اپنے وطن واپس تشریف لے جائیں یا میرے ساتھ رہیں۔ آپ نے شاہی لشکر میں قیام کو قبول فرمالیا اور فرمایا "میرا مقصد اسی سے پورا ہو گا"۔ یعنی اس سے بادشاہ کی اصلاح ہو گی اور اسلام کا بول بالا ہو گا۔

---

[120] تذکرۂ مجدد الف ثانی، ص ۲۵۶

[121] قید سے رہائی کے سلسلے میں عرض ہے کہ تزک جہانگیری میں صفحہ ۲۹۲ پر پندرہویں جشن نوروز کے حالات شروع ہوتے ہیں، جو کہ بروز جمعہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۰۲۹ھ کو منایا گیا تھا۔ اس سال خورداد کے مہینے (مطابق جمادی الاخریٰ ۱۰۲۹ھ و مطابق ۲۱ مئی ۱۶۲۰ء) میں جو حالات و واقعات پیش آئے ان کے ضمن میں صفحہ ۳۰۸ پر یہ عبارت درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی ماہ کی کسی تاریخ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو پورے ایک سال بعد قید سے رہا کیا گیا۔

اس کے بعد بھی ایک دوسرے موقع پر جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو دو ہزار روپے پیش کئے، چنانچہ توزک جہانگیری میں درج ہے کہ ازاں جملہ بشیخ احمد سرہندی دو ہزار روپیہ عنایت شد۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ جب گوالیار کے قلعے سے باہر تشریف لائے اور لشکر میں قیام پزیر ہوئے تو وہاں کے حالات مخدوم زادوں کے نام تحریر فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ فرزندانِ گرامی اگرچہ ہماری دائمی صحبت کے مشتاق اور خواہاں ہیں اور ہم بھی ان کے حضور و ملاقات کے آرزومند ہیں لیکن کیا کر سکتے ہیں کیونکہ تمام امیدیں میسر نہیں:

تَجْرِیْ الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَہِی السُّفُنٗ۔

ہوا چلتی ہے کشتی کے مخالف۔

لشکر میں اس طرح بے اختیار و بے رغبت رہنا بہت ہی غنیمت جانتا ہوں اور اس عرصے کی ایک ساعت کو دوسری جگہوں کی بہت سی ساعتوں سے بہتر تصور کرتا ہوں۔[122]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے جیسا ارشاد فرمایا تھا کہ "میرا مقصد اسی سے پورا ہوگا یعنی لشکر کے دورانِ قیام بادشاہ سے ملاقات کی سہولت اور اس کو تبلیغِ دین کرنے کے مواقع حاصل ہو سکیں گے، چنانچہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی شاہی دربار میں آمد و رفت شروع ہو گئی۔

---

[122] مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۴۳

جس کو تذکرۂ مخدوم زادوں کے نام ایک مکتوب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اس طرف کے احوال اور اوضاع حمد کے لائق ہیں عجیب و غریب صحبتیں گزر رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان محفلوں میں وہی باتیں بیان ہوتی ہیں جو خاص خلوتوں اور مجلسوں میں بیان ہوا کرتی ہیں۔ اگر ایک مجلس کا حال لکھا جائے تو اس کے لئے ایک دفتر ہونا چاہیئے۔[123]

شاہی مجلس سے متعلق ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"فرزندانِ گرامی کا صحیفہ شریفہ پہنچا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ صحت و عافیت سے ہیں ایک تازہ معاملہ جو آج ظاہر ہوا لکھ رہا ہوں اچھی طرح سماعت کریں۔ آج شنبہ کی رات کو بادشاہی مجلس میں گیا تھا ایک پہر رات گزرے وہاں سے واپس آیا اور تین سیپارہ قرآن مجید حافظ سے سنا، دو پہر سے زیادہ رات گزر چکی تھی کہ نیند میسر ہوئی"۔[124]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مکتوبات شریف میں ایک مکتوب جہانگیر بادشاہ کے نام بھی ہے، چونکہ شہنشاہ جہانگیر سے متعلق گفتگو کا سلسلہ جاری ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکتوب یہاں درج کر دیا جائے وھو ھذا:

"کم ترین دعا گویان احمد معلیٰ بارگاہ کے حاضرین اور بلند درگاہ کے خادموں کی خدمت میں عاجزی اور نیاز مندی ظاہر کرتا ہے اور اس امن و آرام کی نعمت کا شکر بجالاتا ہے جو جناب کے غلاموں کی دولت و اقبال سے عوام و خواص کے شاملِ حال ہے اور دعا کی قبولیت کے گمان کردہ وقتوں اور

---

[123] مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۰۶

[124] مکتوبات شریف، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۷۸

فقراء کی جمعیت کے زمانوں میں فتح حاصل کرنے والے لشکر کے لئے فتح و نصرت کی دعا مانگتا ہے کیونکہ:

ہر کسے را بہرِ کارے ساختند

ہر کسی کو دے دیا ہے ایک کام

اس لئے کارخانۂ خداوندی میں کوئی چیز عبث نہیں ہے، وہ کام جو غزا اور جہاد کرنے والے لشکر پر موقوف ہے اس میں دولت و سلطنتِ قاہرہ کی تائید اور تقویت ہے جس پر شریعتِ روشن کی ترقی منحصر ہے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ اَلشَّرعُ تَحتَ السَّیفِ "شرع تلوار کے نیچے ہے" اور یہی بڑا معتبر کام لشکرِ دعا (دعا کرنے والے حضرات) سے بھی وابستہ ہے جو اربابِ فقر و احبابِ بلا ہیں، کیونکہ فتح و نصرت دو قسم کی ہے، ایک وہ قسم ہے جس کو اسباب کے ساتھ وابستہ کیا اور وہ فتح و نصرت کی صورت میں ہے جو غزا کے لشکر سے تعلق رکھتی ہے، دوسری قسم فتح و نصرت کی حقیقت ہے اور مسبب الاسباب کی طرف سے ہے، آیت کریمہ وَمَا النَّصۡرُ إِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ (آل عمران ١٢٦) (نہیں ہے مدد مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) میں اسی نصرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ لشکرِ دعا سے تعلق رکھتی ہے، پس لشکرِ دعا اپنی ذلت و انکساری کے باعث لشکرِ غزا پر سبقت لے گیا اور سبب سے مسبب کی طرف دلالت فرمائی۔

بردند شکستگاں ازیں میدان گوے

لے گئے کمزور اس میدان سے گیند

نیز دعا قضا کو رد کر دیتی ہے، جیسے کہ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: لَا یَرُدُّ الْقَضَآ اِلَّا الدُّعَاءُ [125] "سوائے دعا کے کوئی چیز قضاء کو نہیں ٹالتی" تلوار اور جہاد میں یہ طاقت نہیں کہ قضا کو رد کر سکے، پس لشکرِ دعا ضعف و عاجزی کے باوجود لشکرِ غزا کے لئے لشکرِ دعا کا ہونا ضروری ہے کیونکہ جسم بغیر روح کی تائید و نصرت کے لائق نہیں ہوتا، اسی لئے راویوں نے کہا ہے: کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلیَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِیْکَ الْمُھَاجِرِیْنَ [126] "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ لشکر غزا اور جہاد کرنے والوں کو غلبہ کے باوجود فقرائے مہاجرین کے وسیلے سے فتح و نصرت طلب کیا کرتے تھے"۔ پس فقراء جو دعا کا لشکر ہیں خواری و زاری اور بے اعتباری کے باوجود ضرورت کے وقت کام آتے ہیں اگرچہ اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْن "فقر دونوں جہاں میں روسیاہی کا باعث ہے" کہا گیا ہے، اس بے اعتباری کے باوجود اعتبار حاصل کرتے ہیں اور سب سے آگے قدم لے جاتے ہیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "قیامت کے دن شہیدوں کے خون کو علماء کی سیاہی کے ساتھ تولیں گے تو سیاہی والا پلہ غالب آجائے گا، سبحان اللہ و بحمدہٖ۔ یہی سیاہی اور روسیاہی ان کی عزت و سرخروئی کا باعث ہو گئی اور ان کے مرتبے کو پستی سے بلندی تک پہنچا دیا۔ ہاں

بتاریکی دروں آبِ حیات است
چھپا ظلمت میں آبِ زندگی ہے

---

[125] رواہ الترمذی وابن ماجہ عن سلمان والحاکم وابن حبان عن ثوبان

[126] رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ)

کوئی شاعر کہتا ہے کہ، بیت:

غلام خویشتنم خواند لالہ رخسارے

سیاہ روئیِ من کرد عاقبت کارے

میرے حبیب نے مجھ کو اپنا غلام کہا، میری سیاہ روئی نے آخر میرا کام بنا دیا۔

یہ کم ترین اگرچہ اس لائق نہیں کہ اپنے آپ کو لشکرِ دعا کے شمار میں داخل کرے لیکن تاہم صرف فقر کے نام اور دعا کی قبولیت کے احتمال پر اپنے آپ کو دولتِ قاہرہ کی دعا سے فارغ نہیں رکھتا اور حال و قال کی زبان سے سلامتی کی دعا و فاتحہ میں مشغول رہتا ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (البقرۃ ۱۲۷)

تجدید کا انیسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۲۹ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۰ھ

اس سال کے اہم واقعات میں جہانگیر اور شہزادہ خرم کی جنگ، شہزادہ کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہونا اور سلطنت کی بشارت پانا۔

اس سال ولی عہد شہزادہ خرم (شاہجہاں) جو بہت نیک طنیت اور فرشتہ خصلت تھا، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا بہت معتقد تھا اور آصف الدولہ برادرِ نور جہاں کا داماد تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قید کے زمانے میں حضرت کے لئے کئی بار باپ سے لڑائی جھگڑا بھی تھا اور رہائی کے لئے سفارش بھی کی تھی۔ بادشاہ کی تلون مزاجی اور آئے دن ان فتنوں کے بپا ہونے سے سخت نالاں تھا۔ اسی اثناء میں شہزادے کو خفیہ طور پر معلوم ہوا کہ اس کو ولی عہدی سے محروم کر کے شہریار کو ولی عہد بنانے کی سازش ہو رہی ہے تو مجبور ہو کر باپ کے ساتھ آمادۂ پیکار ہو گیا شہزادہ کے ساتھ فوج کی کثرت تھی اس پر طرہ یہ ہوا کہ عین جنگ کی حالت میں کچھ فوجی دستے بادشاہ سے جدا ہو کر شہزادے سے جا ملے۔ غرض بڑے زور سے باپ بیٹے کا مقابلہ ہوا۔

جہانگیر پریشان ہو کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے فتح و نصرت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے دیکھتے ہی دیکھتے معاملہ برعکس ہو گیا اور شہزادہ کو شکست اور جہانگیر کو فتح حاصل ہوئی۔

شہزادہ خرم شکست کے بعد چھپتا چھپاتا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں تو ہمیشہ بادشاہ سے آپ کے لئے لڑتا بھڑتا رہا اب آپ میری مدد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا:

"مجھے حق تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ عنقریب تم تخت پر بیٹھو گے اور تمہارا لقب شاہجہاں ہو گا اور عرصے تک تمہاری نسل میں سلطنت رہے گی"۔

یہ سن کر شہزادہ بہت خوش ہوا اور بطورِ تبرک حضرت کی ایک دستار لے گیا جو عرصے تک شاہانِ مغلیہ کے خزانے میں رکھی رہی۔[127]

بعض حضرات نے اس جنگ کے اسباب اس طرح بیان کئے ہیں کہ نور جہاں اگرچہ سنجیدہ، قابل اور دانش مند عورت تھی، اس کے رحم و کرم اور دستِ فیض سے ہزاروں بے کس اور نادار عورتیں اپنی جملہ مشکلات سے نجات پاتی تھیں لیکن بسا اوقات وہ اپنے ذاتی منشاء کو پورا کرنے کے لئے تباہ کن فتنہ بھی کھڑا کر دیا کرتی تھی۔ اسی طرح شہزادہ خرم سے جہانگیر اتنا خوش تھا کہ عہدِ شاہزادگی ہی میں اس کو "شاہجہاں"[128] کا خطاب دے کر چتر وغیرہ شاہانہ امتیازات اس کو مرحمت کر دیئے تھے۔ لیکن جب نور جہاں اس کی مخالف ہوئی تو جہانگیر کو اس فرزندِ عزیز سے زیادہ نفرت کسی سے

---

[127] روضۃ القیومیہ، ص ۲۰۳ تا ۲۰۵، سیرت امام ربانیؒ، ص ۱۳۴

[128] شاہجہاں بادشاہ یکم ربیع الاول ۱۰۰۰ھ م ۱۷ دسمبر ۱۵۹۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ جہانگیر کے مرنے کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۰۳۷ھ م ۱۳ فروری ۱۶۲۸ء کو تخت نشین ہوئے اور شہاب الدین شاہجہاں کا لقب اختیار کیا۔ ان کے زمانے میں سلطنت میں کافی وسعت ہوئی۔ اگرچہ قندھار کا علاقہ مغلیہ سلطنت سے نکل گیا لیکن دکن کا بہت سا علاقہ میں اس میں شامل ہو گیا۔ شاہجہاں کا دور ملک کی خوشحالی اور ترقی کی وجہ سے سلطنت مغلیہ کا عہد زرین کہلاتا ہے، فنِ تعمیرات میں قدرت نے اس کو سب سے زیادہ عمدہ مذاق عطا کیا تھا، انہوں نے اپنی بیوی ارجمند بانو بیگم کی قبر پر جو مقبرہ تعمیر کرایا تھا وہ آج بھی تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کر رہا ہے، دنیا کے تمام مبصرین کا فیصلہ ہے کہ "تاج محل" سے زیادہ خوبصورت عمارت روئے زمین پر آج تک تعمیر نہیں ہوئی، علاوہ ازیں دہلی کی جامع مسجد، لال قلعہ اور بکثرت مساجد ان کی یادگار ہیں، نہایت دین دار، رعایا پرور، نیک اور عادل بادشاہ تھے۔ تقریباً اکتیس سال ۱۰۶۸ھ تک حکومت کی مزید آٹھ سال نظر بندی میں گزرے اور شب دوشنبہ ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ م یکم فروری ۱۶۶۶ء میں وفات پائی اور تاج محل آگرہ میں دفن ہوئے۔

نہیں تھی۔ شاہزادہ موصوف نے غلط فہمی کے ازالے کے لئے اپنا وکیل بادشاہ کی خدمت میں بھیجا تو اس کو بات کرنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ مجبورًا اس عزیز فرزند کو اپنی جان بچانے کے لئے شاہی فوجوں سے مقابلہ کرنا پڑا اور جہانگیر کی عمر کے آخری سال ان ہی خرخشوں کی نظر ہو گئے۔

بات صرف یہ تھی کہ نور جہاں شہزادہ شہریار کو جہانگیر کا جانشین بنانا چاہتی تھی، کیونکہ شہریار سے شیر افگن کی لڑکی منسوب تھی جو نور جہاں کے بطن سے تھی۔ شاہ جہاں کی مشہور اور مسلم قابلیت کے مقابلے میں شہریار طفلِ مکتب تھا مگر داماد کی محبت میں اس نے مفادِ سلطنت حتیٰ کہ خاندانی مصلحت کا بھی خیال نہ کیا اور پورے ملک میں ایک فتنہ برپا کر دیا۔

نور جہاں کا بھائی آصف الدولہ شاہجہاں کا حامی اور نور جہاں کے مقابلے پر تھا، کیونکہ آصف الدولہ کی لڑکی ارجمند بانو بیگم شاہجہاں سے منسوب تھی جس کا لقب ممتاز محل تھا، یہ رشتہ شاہجہاں کی حمایت کا باعث تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ شاہجہاں کی ذات ستودہ صفات ہر ایک بھی خواہِ ملک اور مدبر کو اپنی حمایت پر مجبور کر دیتی تھی۔[129] اسی سال حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحب زادوں کو کوہستان سے اپنے پاس لشکر میں بلا لیا۔

---

[129] علمائے ہند کا شاندار ماضی، ص ۱۴۴

تجدید کا بیسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۰ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۱ھ

اس سال کے اہم واقعات میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ہمراہ جہانگیر کا سرہند آنا۔ اجمیر شریف حاضر ہونا، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لشکر سے خلاصی وغیرہ حالات ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اخلاص وکرامات کی وجہ سے جہانگیر اس درجے گرویدہ ہوا کہ اب ایک ساعت کے لئے بھی آپ کو اپنے سے جدا ہونا پسند نہ کرتا تھا حتیٰ کہ سفر وحضر میں بھی اپنے ساتھ رکھتا۔ اس طرح ساتھ رہنے سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ جو لوگ اپنی مجبوریوں کی بنا پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے اور حصول فیض کے متمنی تھے ان کو حضرت سے فیض حاصل کرنے کا موقع مل گیا اور جن علاقوں میں دینی مدارس نہ تھے وہاں حضرت کے حکم سے مدارس قائم کئے گئے اور جو مساجد غیر آباد یا منہدم ہو گئی تھیں وہ آباد و تعمیر کی گئیں اس طرح دین کا چرچا عام ہو گیا اور عوام کی دینی اور اخلاقی اصلاح بھی ہو گئی۔

جب حضرت مجدد علیہ الرحمۃ لاہور پہنچے تو اس شہر کی قطبیت شیخ طاہر کو عنایت فرمائی اور سرہند کی طرف روانہ ہوئے، جب شاہی خیمے سرہند میں نصب ہوئے تو حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بادشاہ کی ضیافت فرمائی، کھانا کھانے کے بعد بادشاہ نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ ایسا لذیذ کھانا میں نے کبھی نہیں کھایا آپ اپنے باورچیوں سے فرمائیں کہ وہ ہمارے باورچیوں کو کھانا پکانا سکھائیں، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تمہارے باورچیوں سے ایسا کھانا نہیں پک سکے گا۔ چنانچہ جتنے دن بادشاہ سرہند شریف میں مقیم رہا حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ سے اس کے لئے کھانا جاتا رہا۔ ایک روز حضرت علیہ الرحمۃ نے بادشاہ سے فرمایا کہ مجھے اب سرہند ہی رہنے دو لیکن

بادشاہ نے آپ کی جدائی گوارہ نہ کی اور آپ کی خاطر کچھ عرصے سرہند میں قیام کیا۔ بعد ازاں بادشاہ دہلی روانہ ہو گیا اور حضرت کو بھی ہم راہ لیا، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے بنارس تک بادشاہ کے ہمراہ تشریف لے گئے، پھر بادشاہ اجمیر کی طرف روانہ ہوا حضرت بھی اس کے ہمراہ اجمیر تشریف لے گئے اور وہاں کافی عرصہ قیام پزیر رہے۔[130]

[130] روضہ قیومیہ، ص۲۰۷تا۲۰۹

تجدید کا اکیسواں سال

از ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۱ھ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۰۳۲ھ

اس سال کے اہم واقعات میں شیخ نور الحق پسر شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی طرف مکتوب گرامی اور حضرت کا خصوصی مکاشفہ وغیرہ حالات ہیں۔

اس سال حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے صاحب زادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما کو لشکر شاہی سے سرہند شریف روانہ کیا۔

اسی سال شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صاحب زادے مولوی نور الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی معرفت چند اسرارِ باطنی کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ سے استفسار کیا۔ حضرت قدس سرہ نے نہایت تسلی بخش جواب دیا، جو مکتوب نمبر ۱۰۰ دفتر سوم میں شیخ نور الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام ہے۔ یہ ایک طویل مکتوب گرامی ہے جس میں حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ الصلواۃ والسلام کی گرفتاری کے سِر کو منکشف فرمایاہے اور بعض اسرارِ غریبہ اور علومِ عجیبہ بیان فرمائے ہیں، اس مکتوبِ گرامی کی ابتداء اس طرح پر ہے۔

الحمدللہ و السلام علی عبادہ الذین اصطفی، فضائل و کمالات کے پناہ والے برادرم شیخ نورالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس گرفتاری کی نسبت جو حضرت یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کو حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ تھی بڑے شوق واہتمام کے ساتھ دریافت کیا تھااور فقیر کو بھی مدت سے اس انکشاف کا شوق تھا جب آپ کا شوق اس شوق کے ساتھ مل گیا تو بے اختیار ہو کر ہم تن اس دقیقہ کے کشف کی طرف متوجہ ہوا اور سرسری نظر میں معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کی خلقت اور ان کا حُسن و جمال اس عالم دنیا کی خلقت اور حُسن و جمال کی قسم سے نہیں ہے اور

یہ بھی ظاہر ہوا کہ ان کا جمال بہشتیوں کے جمال کی قسم سے ہے اور مشہود ہوا کہ باوجود اس جہاں کے ان کا حُسن حور و غلمان کے حُسن کی مانند ہے اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس بارے میں مفصل طور پر جو کچھ فائض ہوا ہے تحریر کر کے ارسال کیا جاتا ہے۔ سُبۡحَانَکَ لَا عِلۡمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا۔ الی اخر المکتوب الشریف۔[131]

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ اس جواب کو دیکھ کر آپ کے معتقد ہو گئے اور ملاقات کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان ہی دنوں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی نے حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کے خلیفہ شیخ حسام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایک مکتوب لکھا جو اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مجدد قدس سرہ کی تجدید و قیومیت کے معترف تھے۔[132]

ایک عالم نے جو تصوف کے خلاف تھے جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا ایک مکتوب پڑھا جس میں تحریر تھا "حقیقت و طریقت دونوں شریعت کی خادمہ ہیں" تو اس عالم نے حضرت کے اس جملے سے بہت لطف اٹھایا اور بے اختیار اس کی زبان سے نکلا۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمۡ ھَذَا الشَّیخ المُعَظَّم "اے پروردگار! اس شیخ معظم کو سلامت رکھ" پھر فرمایا کہ آج میرے دل سے وہ کدورت رفع ہو گئی جو مشائخ کی طرف سے تھی۔"[133]

اسی سال ۱۰۳۱ھ میں حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے امر و طلب پر آپ کی خدمت میں اجمیر شریف حاضر ہوئے اور آپ نے حضرت قدس سرہ کی

---

[131] دفتر سوم، ص ۱۰۰

[132] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا وہ مکتوب "مجددیت" کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

[133] سیرت امام ربانی ص ۱۳۸

ہدایت کے بہ موجب مکتوباتِ شریفہ کا دفتر سوم مرتب و مدوّن کیا جس کا سالِ تدوین لفظِ "ثالث" و معرفت الحقائق" ۱۰۳۱ھ سے ظاہر ہے۔ یہ دفتر ۱۱۴ مکتوبات پر ختم ہوا تھا لیکن اس کی تدوین کے بعد کے دس مکتوبات بھی اس میں اضافہ کر دیئے اور اب یہ دفتر ۱۲۴ مکتوبات پر مشتمل ہے۔[134]

اسی سال اجمیر ہی میں شیخ آدم بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مجدد قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے اور باطنی کمالات میں بہت جلد ترقی کی، چند ماہ بعد جب حضرت علیہ الرحمہ نے شیخ کو لوگوں کی تربیت کے قابل پایا تو سرہند شریف میں خلافت سے سرفراز فرمایا۔[135]

---

[134] دیباچہ دفتر سوم

[135] روضۃ القیومیۃ ص ۲۱۴

تجدید کا بائیسواں سال

از بارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۲ھ تا گیارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۳ھ

اس سال کے اہم واقعات میں آثارِ رحلت، سرہند شریف میں ورودِ مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسند ارشاد پر فائز ہونا وغیرہ حالات ہیں۔[136]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بعض مخلص احباب آپ کے مکتوبات شریف کی پہلی اور دوسری جلد بدخشاں، خراسان اور ماوراء النہر لے گئے وہاں کے بعض علماء و مشائخ جو اپنے حلقے کے سردار بھی تھے ابھی تک کسی کے مرید نہیں ہوئے تھے جب انہوں نے مکتوبات شریف کا مطالعہ کیا تو حضرت کے معتقد ہو گئے، چناں چہ وہاں کے جید علماء میں سے مولانا ربانی حسن قادانی اور مولانا نولک نے ایک صالح شخص کے ہاتھ اپنے اپنے نیاز مندانہ عریضے آپ کی خدمتِ اقدس میں بھیجے، جو اس صالح شخص نے اجمیر شریف میں حاضرِ خدمت ہو کر آپ کے حضور میں پیش کئے اور ان بزرگوں کی طرف سے وفورِ محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ ان عریضوں میں تحریر تھا کہ اگر کبر سنی، ضعفِ جسمانی، بُعدِ مسافت اور صعوبتِ سفر وغیرہ امور مانع نہ ہوتے تو ہم خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر بقیہ لمحات درِ دولت پر گزارتے لہٰذا ہم نیاز مندوں کو اپنے مخلصوں اور مریدوں میں شامل کر کے غائبانہ افاضت سے ہمارے احوال پر توجہ فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے ان میں سے ہر ایک عرض گزار کی طرف سے اس شخص کو مرید کیا۔ رخصت ہوتے وقت اس شخص نے درخواست کی کہ وہاں

---

[136] روضۃ القیومیۃ ص ۱۶۳

کے بزرگوں نے مکتوبات شریف کے تیسرے دفتر کی بھی درخواست کی ہے۔ آپ قدس سرہ نے تیسرے دفتر کا ایک جزو اس شخص کو عنایت فرمایا۔[137]

آثارِ رحلت و جانشینی

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہ ابھی اجمیر شریف ہی میں تشریف فرماتھے کہ ایک دن فرمایا: آثار بتاتے ہیں کہ اب کوچ کا زمانہ قریب ہے۔[138]

چنانچہ سرہند شریف اپنے صاحبزادوں حضرت خواجہ محمد سعید و حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو مندرجہ مکتوب تحریر فرماتے ہیں۔

الحمدللہ و السلام علی عبادہ الذین اصطفی، مدت گزری کہ فرزندانِ گرامی نے اپنے ظاہری و باطنی احوال کی نسبت کچھ نہیں لکھا شاید دیر تک جدا رہنے کے باعث مجھ دورافتادہ کو بھول گئے ہوں، ہم بھی أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ رکھتے ہیں۔ آیتِ کریمہ أَلَيْسَ اللهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ (الزمر ٣٦) "کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں۔" نامراد غریبوں کی تسلی بخشنے والی ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ تمہاری اس قدر لاپروائی کے باوجود دل ہمیشہ تمہارے احوال کی طرف متوجہ ہے اور تمہارے کمال کا خواہاں ہے۔ کل صبح کی نماز کے بعد مجلسِ سکوت یعنی مراقبے و خاموشی کے وقت ظاہر ہوا کہ وہ خلعت جو میں پہنے ہوئے تھا مجھ سے جدا ہو گئی اور بجائے اس کے اور خلعت مجھے پہنائی گئی، دل میں آیا کہ یہ خلعتِ زائلہ (میری اتاری ہوئی خلعت) کسی کو دیتے ہیں یا نہیں۔ مجھے یہ آرزو ہوئی کہ اگر یہ خلعتِ زائلہ میرے فرزند محمد معصوم (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو دے دیں تو بہتر ہے۔ ایک

---

[137] روضۃ القیومیۃ، رکن اول ص ۲۱۶،۲۱۷

[138] زبدۃ المقامات ص ۲۸۲

لمحے کے بعد دیکھا کہ میرے فرزند کو مرحمت فرمائی گئی ہے اور وہ خلعت سب کی سب ان کو پہنائی گئی ہے۔ اس خلعتِ زائلہ سے معاملۂ قیومیت مراد ہے جو تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے عرصۂ مجتمع کے ساتھ ارتباط کا باعث ہوا ہے۔ اس خلعتِ جدیدہ کا معاملہ جب انجام تک پہنچ جائے گا اور خلعت کے مستحق ہو جائیں گے تو امید ہے کہ کمال کرم سے فرزند عزیز محمد سعید (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو عطا فرمائیں گے۔ یہ فقیر ہمیشہ عاجزی کے ساتھ یہ سوال کرتا ہے اور قبولیت کا اثر پاتا ہے اور فرزندِ عزیز (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو اس دولت کا مستحق معلوم کرتا ہے۔

با کریماں کارہا دشوار نیست
کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

استعداد ہے تو وہ بھی اسی کی دی ہوئی ہے۔ بیت

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز و من چیزِ تُست

نہیں لایا میں کچھ بھی اپنے گھر سے　　مجھے سب کچھ ملا ہے تیرے در سے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُکْرًا وَقَلِیلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّکُورُ (السبا ۱۳)

"اے آل داؤد عمل کرو اور شکر بجالاؤ میرے بندوں میں شکر گزار بہت کم ہیں۔"

تم جانتے ہی ہو کہ شکر سے مراد یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر و باطنی اعضاء و جوارح اور قویٰ کو جس جس غرض کے لئے خدائے تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے ان میں صرف کرے۔ اگر یہ نہ کیا جائے تو شکر بھی ادا نہ ہو۔ وَ اللّٰہُ سُبحَانَہُ اَلمُوَفِّق۔ (اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے) اس قسم کے علوم پوشیدہ اسرار میں

سے ہیں، اگرچہ احتیاط کے ساتھ کہے جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کا پوشیدہ رکھنا ضروری ہے، تاکہ لوگ فتنے میں نہ پڑ جائیں۔

دوسرے یہ کہ وہ مشکل جو درپیش تھی شاید وہ معاملہ عالمِ مثال میں سے تھا ان دنوں میں وہ بھی حل ہوگئی ہے اور کوئی پوشیدگی نہیں رہی، شاید اس امر میں خواجہ معین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی روحانیت کا بھی دخل ہوگا، محمد معصوم (رحمہ اللہ تعالیٰ) بھی شاید اس مشکل کو دل میں رکھتا ہوگا۔ والسلام۔[139]

خواجہ ہاشم کشمی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہ نے اسی سال ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں فرمایا کہ آج عجیب معاملہ پیش آیا کہ میں اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا تھا مجھے محسوس ہوا کہ اسی تخت پر میرے ساتھ کوئی اور آکر بیٹھ گیا ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَآلہ وَسلَّم تشریف فرماہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہارے واسطے اجازت نامے لکھنے کے لئے آیا ہوں جو آج تک میں نے کسی کے واسطے نہیں لکھے۔ میں نے دیکھا کہ اس اجازت نامہ کے متن میں وہ الطاف عظیم درج فرمائے تھے جو اس جہان سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کی پشت پر وہ عنایات کثیرہ رقم فرمائی تھیں جو عالمِ آخرت کے متعلق تھیں، چناں چہ یہ بات حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ نے مکتوبات کی تیسری جلد میں تحریر فرمائی ہے۔[140]

فرزندانِ گرامی کا صحیفہ شریفہ پہنچا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ صحت وعافیت سے ہیں ایک تازہ معاملہ جو آج ظاہر ہوا ہے لکھتا ہوں اچھی طرح سماعت کریں (پھر چند سطور کے بعد تحریر فرماتے ہیں)

---

[139] مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۱۰۴

[140] زبدۃ المقامات ص ۱۸۰

دوپہر سے زیادہ رات گزر چکی تھی کہ نیند میسر ہوئی۔ صبح کے حلقے کے بعد چونکہ رات کا تھکا ماندہ تھا سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت رسالت پناہ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے فقیر کے لئے اجازت نامہ لکھا ہے جس طرح مشائخ کی عادت ہے کہ اپنے خلفاء کے لئے لکھتے ہیں اور فقیر کے دوستوں میں سے ایک دوست بھی اس معاملے میں ہم راہ ہے۔

اسی اثنا میں گویا ظاہر ہوا کہ اس اجازت نامے کے اجراء میں ایک طرح کا فتور ہے، اس فتور کی خاص وجہ بھی اسی وقت معلوم ہو گئی۔ وہ دوست جو اس خدمت کا پیش کار ہے گویا دوبارہ اس اجازت نامے کو آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کی خدمت میں لے گیا اور آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم نے اس اجازت نامے کی پشت پر دوسرا اجازت نامہ لکھا ہے یا لکھوایا ہے، یہ تشخیص نہیں ہوا لیکن آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے ساتھ نسبت معلوم ہے اور لکھنے کے بعد اپنی مہر سے مزین فرمایا ہے۔ اس اجازت نامے کا مضمون یہ ہے کہ دنیا کے اجازت نامے کے عوض آخرت کا اجازت نامہ دیا گیا ہے اور مقامِ شفاعت میں نصیب و حصہ عطا فرمایا ہے اور کاغذ بھی بہت بڑا ہے اور اس میں بہت سی سطور لکھی ہیں۔ میں اس دوست سے پوچھتا ہوں کہ پہلا اجازت نامہ کون سا ہے اور دوسرا اجازت نامہ جو لکھا ہے وہ کون سا ہے اور مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں اور آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم باہم ایک ہی جگہ میں باپ بیٹے کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں، آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم اور ان کے اہل بیت کا حضور مجھ سے اجنبی نہیں ہے اور میں اس کاغذ کو لپیٹ کر اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر مَحرم فرزندوں کی طرح ان کے حرم شریف میں داخل ہوا ہوں، امہات المؤمنین (مومنوں کی ماؤں) میں سے بڑی ماں (حضرت سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) مجھے آں حضور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسلَّم کے حضور میں

بعض خدمات کے لئے بڑے اہتمام سے فرماتی ہیں اور کہتی ہیں کہ میں تیرا انتظار کرتی تھی، اوراس طرح کرنا چاہیئے، اسی اثناء میں افاقہ ہو گیا۔ یہ بات دل سے دور ہو گئی کہ اس فتور کی کیا وجہ تھی جو (اس وقت) معلوم نہیں ہوتی تھی، جوں جوں آنکھ کھلتی جاتی تھی اس واقعہ کی خصوصیات دل سے نکلتی جاتی تھیں۔

تمہیں یاد ہو گا کہ میں اس بارے میں پہلے بھی یہ بات کہا کرتا تھا کہ یہ بلند نسبت عجیب ہے کہ اپنے اندازہ کے موافق ظاہر نہیں ہوتی، دل میں یہ بات آتی تھی کہ اس واقعہ کا ظہور ظاہراً آخرت کے لئے ذخیرہ رکھا ہے اوراس کا نعم البدل میسر ہو گا، اس واقعہ کی وجہ سے ان ترددات سے تشفی حاصل ہوئی۔ قیامت قریب ہے اور ظلمتوں کی گھٹائیں چھا رہی ہیں، کہاں خیریت کجا نورانیت، شاید حضرت مہدی علیہ الرضوان خلافتِ ظاہر کی تائید پا کر اس کو رواج دیں گے، اوراس نعمت کے شکریہ میں ہم نے حکم دیا ہے کہ قسم قسم کے کھانے (پکا کر) آں حضرت صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ کی روحانیت کو ہدیہ کریں اور خوشی کی مجلس قائم کریں۔ شاید اس مکتوب کے اٹھانے والے بھی ان کھانوں سے تناول فرمائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی مکتوب میں ایک واقعہ کے بیان میں جو ظاہر ہوا تھا لکھا تھا کہ تیسرے دوست کو نوکری میں قبول نہ کیا، کچھ عرصہ کے بعد ظاہر ہوا کہ محض کرم سے اس کو بھی قبول فرمایا، اور قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے۔ لِلّٰہِ الحَمدُ وَالمِنَّۃُ عَلیٰ ذٰلِکَ وَعَلیٰ جَمِیعِ النَعمَاءِ۔ (اس نعمت پر بلکہ تمام نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد اوراحسان ہے) ان دنوں معارفِ غریبہ اور علومِ عجیبہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ گویا وہ ورق مرقوم ہوا ہے اور ہر ایک کا معاملہ جدا ظاہر ہوا ہے، "فرزند دور ہیں اور عمر کا معاملہ نزدیک ہو تا جاتا ہے" اَلخَیرُ فِی مَاصَنَعَ اللّٰہُ تَعَالیٰ۔ (وہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کرے) کہتا ہوں اور صبر کرتا ہوں۔ رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحمَۃً وَھَیِّیئْ لَنَا مِنْ

أَمْرِنَا رَشَدًا (الکھف ۱۰) "یااللہ تواپنے پاس سے ہم پر رحمت نازل فرمااور ہمارے کام سے بھلائی نصیب کر" وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔[141]

اس نامۂ مبارک کے پہنچتے ہی دونوں صاحب زادے یعنی حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بے اختیار خدمت اقدس میں حاضر ہوکر شرفِ زیارت سے مشرف ہوئے۔ چند روز کے بعد ایک دن خلوت میں دونوں صاحبزادوں سے فرمایا کہ اب مجھے اس جہان سے متعلق دلچسپی نہیں رہی، اُس جہان میں جانا ہے کیونکہ کوچ کی علامات نمایاں ہو رہی ہیں۔

چناں چہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مجدد الفِ ثانی قدسنااللہ تعالیٰ سبحانہ بسرہ الاقدس نے اپنے مخلصوں میں سے ایک درویش کو خلعتِ قیومیت سے نوازا اور اس امرِ عظیم سے سرفراز فرمایا۔ اس درویش کو خلوت میں طلب کرکے فرمایا کہ اس مجمع گاہ (دنیا) کے ساتھ میرے ارتباط کا تعلق یہی قیومیت کا معاملہ رہا ہے جو کہ تجھ کو عطا کر دیا گیا ہے اور مکونات (موجودات) پورے شوق کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوگئے ہیں، اب میں اس فانی دنیا میں اپنے رہنے کا کوئی سبب نہیں پاتا ہوں اور اس پر آشوب دنیا سے اپنے رحلت فرمانے کا وقت قریب ہونے کی بابت فرمایا۔ وہ زخمی دل درویش اس مذکورہ بشارت کے سننے کے باوجود جگر سوختہ اور چشمِ پُر نم ہو کر اپنے اندر نہایت غم واندوہ میں ڈوب گیا، نہ زبان کو کہنے کی طاقت رہی اور نہ ہی کانوں کو سننے کی تاب رہی۔ جب حضرتِ عالی قدس سرہٗ نے اس تبدیلی کو اس مسکین

[141] مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب ۱۰۶

میں ملاحظہ کیا تونہایت مہربانی سے فرمایا غم مت کر، اللہ تعالیٰ کی سنت (طریقہ) اسی طرح جاری ہوئی ہے کہ کسی ایک کو اپنے پاس بلاتا ہے اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ بٹھاتا ہے۔

(چند سطور کے بعد) اس درویش نے چونکہ اس معنی کی کوئی قابلیت اپنے اندر نہیں پائی اور مذکورہ رنج و غم بھی اس کے اندر چھپا ہوا تھا، ہاں یا نہیں کچھ بھی نہیں کہا اور جن امور کا انکشاف ضروری تھا در میان میں نہ لایا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت عالی قدس سرہ نے فرمایا کہ اشیاء میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ راضی وخوش ہیں (یہ درویش) اس کی لِم وعلت کو پوچھنے کی جرأت نہ کر سکا، کسی نے کیا خوب کہا ہے:

وحشی گزشت یار و نکردی حکایتے　　　اے خان ومان خراب زبانِ تو بستہ بود

اے وحشی! یار گزر گیا اور تو نے کوئی بات بھی نہ کی اے خانماں برباد کیا تیری زبان بندھی ہوئی تھی۔

جب حضرت مجدد قدس سرہٗ نے اس درویش کا غم بہت ہی زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ "میرے رحلت کرنے میں قدرے مہلت (تاخیر) ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ کیا تعلق درمیان میں ہے" متوجہ ہو کر ایک لمحے کے بعد فرمایا "میرے انتقال کے دن تک تیرا قیام میرے ساتھ ہوگا اور افرادِ عالم کا قیام تیرے ساتھ ہوگا۔" یہ ارشاد اس مسکین کے غمگین دل کے لئے قدرے تسکین دینے والا ہو گیا۔ اس واقعہ کے ایک سال اور چند دن کم تین ماہ بعد حضرت مجدد قدس سرہٗ (کی رحلت) کا واقعہ پیش آیا کیونکہ یہ گفتگو ۱۰۳۲ھ کے ماہ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں ہوئی تھی اور اس ہادیٔ انام کا ارتحال اٹھائیس صفر ۱۰۳۴ھ کو ہوا تھا۔[142]

---

[142] مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب ۸۲

اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کو اپنے حضور میں مسندِ ارشاد پر بٹھایا اور تمام خلفاء اور مریدین کو حکم دیا کہ ان سے بیعت کریں۔ سب نے حسب الارشاد بیعت کی اور خانقاہ کے تمام معاملات بھی ان کے سپرد ہوئے۔ سب کو حکم دیا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کے حلقے میں بیٹھا کریں حتیٰ کہ اگر کوئی آپ قدس سرہٗ کے پاس مرید ہونے کے لئے حاضر ہوتا آپ قدس سرہٗ اسے حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیج دیتے اور خود مرید نہ فرماتے۔[143]

---

[143] روضۃ القیومیہ رکن اول ص ۲۲۲

تجدید کا تیسواں سال

از بارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۳ھ تا گیارہ ربیع الاوّل ۱۰۳۴ھ

اس سال کے اہم واقعات میں حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کا سرہند واپس تشریف لانا، تمام تعلقات سے انقطاع کر کے خلوت اختیار فرمانا اور وفات حسرت آیات وغیرہ حالات ہیں۔

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کی عمر شریف کا تقریباً ایک باقی رہ گیا تو آپ قدس سرہٗ نے بڑی کوشش کے بعد بادشاہ سے رخصت حاصل کی۔[144] اور حسبِ معمول حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کے روضہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ دیر تک مرقدِ مبارک کے محاذ میں مراقب رہے جب وہاں سے اٹھے تو فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ نے حقِ مہمانی ادا کیا اور طرح طرح کی ضیافتیں فرمائیں اور بہت سی پوشیدہ باتوں کا اظہار فرمایا۔ اتنے میں مزار کے خادموں نے حضرت خواجہ قدس سرہ کا قبرپوش جو ہر سال نیا چڑھا کر پرانا بادشاہوں کو دیا جاتا تھا، حضرت قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا، آپ قدس سرہٗ نے قبول فرما کر خادم کے سپرد کر دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ زیارتِ روضۂ خواجہ قدس سرہٗ کے بعد اجمیر سے اپنے وطنِ مالوف کو روانہ ہو گئے اور ۱۹ ربیع الآخر ۱۰۳۳ھ مطابق ۹ فروری ۱۶۲۴ء کو اپنے وطن تشریف لے آئے۔ جب اس سفر سے دارالارشاد سرہند شریف تشریف لے آئے تو اہلِ سرہند نے آپ کے شایانِ شان استقبال کیا اور مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے اور اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر بجالائے۔

---

[144] جیسا کہ خود حضرت مجدد قدس سرہٗ دفتر سوم مکتوب ۱۱۵ میں تحریر فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کی عنایت سے لشکر کی ہمراہی سے خلاصی میسر ہو گئی۔"

دیوار و درش سجود کردند　　　　شکرانۂ ایں ورود کردند[145]

سرہند شریف پہنچ کر حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے تمام تعلقات سے کلی انقطاع کر کے خلوت اختیار کرلی، سوائے مخدوم زادوں اور دو تین خادموں کے اور کوئی آپ قدس سرہٗ کی خدمت میں جانے کا مجاز نہ تھا۔

خواجہ ہاشم کشمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان ہی خلوت کے ایام میں ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضور! ملکِ دکن کے امورِ سلطنت میں آج کل سخت بد نظمی ہے اگر اجازت ہو تو اپنے اہل و عیال کو لے آؤں۔ آپ قدس سرہ نے اجازت دے دی۔ رخصت ہوتے وقت میں نے عرض کیا کہ حضور دعا فرمائیں کہ پھر آستانہ پر حاضر ہو کر قدم بوسی نصیب ہو۔ آپ قدس سرہ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا۔

دعا کنم کہ در آخرت باہم یکجا جمع شویم

دعا کرتا ہوں کہ آخرت میں پھر ایک جگہ جمع ہوں۔

اسی طرح شعبان المعظم ۱۰۳۳ھ کی پندرہویں شب کو جب آپ حرم سرا میں تشریف لے گئے تو آپ کی اہلیہ صاحبہ کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ "اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آج کس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے اور کس کا باقی رکھا گیا ہے۔" یہ سن کر حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم تو شک و شبہ میں یہ بات کہہ رہی ہو لیکن اس شخص کی کیا حالت ہو گی جو بچشمِ خود دیکھتا ہو کہ اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے[146] اس میں اپنی جانب اشارہ تھا۔

---

[145] روضۃ القیومیۃ ص ۲۲۵، ۲۲۴۔ زبدۃ المقامات ص ۲۸۴، ۲۸۳

[146] زبدۃ المقامات ص ۲۸۵

حضرت خواجہ محمد سعید و حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ اپنے مکان میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے فرمایا کہ میں آئندہ جاڑے کے موسم میں اس مکان میں نہ ہوں گا۔ لوگوں نے عرض کیا شاید اس مکان میں جو خلوت کے واسطے درست کرایا ہے میں قیام فرمائیں گے۔ ارشاد ہوا کہ اس جگہ بھی نہیں۔ پھر خدام نے دوبارہ عرض کیا کہ پھر کہاں رونق افروز ہوں گے؟ فرمایا کہ ان مکانوں میں سے کسی میں بھی نہیں، دیکھو خود بخود کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اتفاقاً موسمِ سرما آنے سے پہلے ہی اس عالمِ فانی سے عالمِ جاوِدانی کی طرف آپ رحلت فرما گئے۔[147]

ان ہی دونوں مخدوم زادوں سے منقول ہے کہ ہم حضرت اقدس قدس سرہٗ سے دریافت کیا کہ آپ نے اہل وعیال سے اس قدر بے رغبتی اور خلق سے بے تعلقی کس لئے اختیار فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرے انتقال کا زمانہ بہت ہی نزدیک اور نہایت ہی قریب ہے۔ پس جس آدمی کو یہ معلوم ہو تو اس کو لازم ہے کہ اپنے کو بہ زور عبادت میں مشغول کرے اور تسبیح واستغفار اور درود و تلاوتِ قرآن مجید اور ذکر وغیرہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہو اور غیر حق سے بالکل علیحدگی اختیار کرے، اس لئے تم سب بھی مجھ کو خدا پر چھوڑدو، حق سبحانہٗ وتعالیٰ تم سب سے زیادہ دوست ہے اور ان شاءاللہ تعالیٰ میری توجہ اور اعانت تم لوگوں کے لئے رحلت کے بعد قبلِ رحلت کی بہ نسبت اور زیادہ ہو جائے گی، اس لئے کہ تعلقِ بشری بعض وقتوں میں اعانت اور توجہ کو مانع ہے اور بعد انتقال کے چوں کہ فراغت وتجرد ہے، کوئی مانع نہیں۔[148]

---

[147] وصالِ احمدی ص۱۰،۹

[148] زبدۃ المقامات ص۲۸۸

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے عید الاضحیٰ ۱۰۳۳ھ کی نماز کے بعد ایک مختصر سی تقریر میں فرمایا کہ ”لوگو! میں نے تمہیں پہلے ہی اطلاع دے دی ہے کہ میں عن قریب دنیا سے کوچ کرنے والا ہوں، آثار مجھے بتارہے ہیں کہ میری عمر بھی حضور انور صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی سنت کے مطابق تریسٹھ سال ہوگی۔ اب تریسٹھواں سال شروع ہوچکا ہے لہٰذا عنقریب تم لوگوں سے جدا ہو جاؤں گا اور اپنے مولیٰ کا دیدار حاصل کروں گا۔ خدا کے بندو! جو کچھ مجھے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی طرف سے حاصل ہوا وہ میں نے تم کو پہنچادیا۔ یہ بھی تم سے مخفی نہیں کہ میں نے ملتِ حقہ کے رواج دینے میں کس قدر کوششیں کیں، کتنے ظلم سہے اور کتنی جفائیں برداشت کیں، کتنے سخت سے سخت مصائب اٹھائے حتیٰ کہ قید تک منظور کی، لشکر میں رہنا اختیار کیا لیکن اپنے کام میں کوتاہی نہیں کی، آہ! میں اب تم سے جدا ہوتا ہوں اور تم کو اپنے پروردگار کے سپرد کرتا ہوں، میری اور تمہاری ملاقات اب قیامت کے دن حضور اکرم صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے جھنڈے تلے ہوگی جہاں آں حضرت صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم تم سے پوچھیں گے کہ شیخ احمد (قدس سرہٗ) نے ملتِ حقہ کے رواج دینے میں کیا کچھ کیا تھا۔“

یہ سن کر حاضرینِ مجلس تڑپ گئے، بے اختیار رونے لگے اور سب نے یک زبان ہو کر کہا! یا امام الاولیاء قدس سرہٗ واقعی آپ قدس سرہٗ نے شریعت کو رواج دینے میں مذہب و ملت کی تجدید میں حد درجے کوشش فرمائی ہے اور اس دوران میں جو جو مصائب و تکالیف آپ کو پیش آئیں ان پر آپ قدس سرہٗ نے صبر سے کام لیا اور شکرِ الٰہی بجالائے۔ اللہ تعالیٰ آپ قدس سرہٗ کو جزائے خیر عطا

فرمائے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ ہم قیامت کے دن بھی گواہی دیں گے۔ اس کے بعد آپ قدس سرہٗ نے حاضرین کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور خانقاہ شریف میں تشریف لے آئے۔[149]

۱۰۳۴ھ کا آغاز ہوا تو بارہ (۱۲) محرم کو گوشہ نشینی سے اٹھ کر والدِ ماجد کے مزار شریف پر تشریف لے گئے اور دیر تک مراقبہ فرمایا اور تمام اہلِ قبور کے دعائے مغفرت فرمائی پھر وہاں سے جدِّ اعلیٰ حضرت امام رفیع الدین قدس سرہٗ کے مزار شریف پر تشریف لے گئے وہاں بھی مراقبہ فرمایا اور دعائے مغفرت کے بعد دولت خانے پر تشریف لے آئے۔[150]

چھ سات ماہ کی گوشہ نشینی کے بعد یہ آخری بار زیارتِ قبور کا اتفاق تھا اس کے بعد ضیق النفس کا دورہ عارض ہو گیا جو ہر سال ہوا کرتا تھا لیکن اس سے کسی طرح افاقہ نہ ہوا بلکہ مرض شب و روز بڑھتا چلا گیا، ۱۳ صفر کو اس کے ساتھ بخار بھی شروع ہو گیا۔ ان سب کے باوجود آپ قدس سرہٗ نماز باجماعت ادا فرماتے رہے اور اوراد و وظائف اور ذکر و مراقبے میں کسی قسم کی کوتاہی واقع نہیں ہوئی۔ ۲۳ صفر پنج شنبہ کے دن کچھ افاقہ ہوا لیکن پھر مرض کا زور بڑھنا شروع ہو گیا حتیٰ کہ بروز منگل بوقتِ چاشت ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء کو آپ قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا۔

---

[149] روضۃ القیومیۃ ص ۲۶۲

[150] سیرتِ امام ربانی ص ۱۴۶

حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے وصایا

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے وصال سے قبل، زندگی کے آخری ایام میں صاحب زادوں، خلفاء اور مریدوں کو بہت سی وصیتیں فرمائیں جن میں سے چند درج کی جاتی ہیں:

آپ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ قرآن مجید اور سنتِ نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی پیروی کرنا، دینِ حق کے مجتہدوں کی فرماں برداری کرنا، خلافِ شرع مشائخ سے بچنا، جو فقراء وحدت وجود کے قائل ہیں اور رقص وسماع کو کام میں لاتے ہیں وہ جھوٹے مدعی ہیں کیونکہ جو احوال سالک پر ان امور سے وارد ہوئے میں نے انہیں حضرت سرور کائنات صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم نے ان سے منع فرمایا۔ شریعت اور طریقت پر ثابت قدم رہنا، عزیمت پر عمل کرنا، کرامت اور رخصت کو اعمال میں داخل نہ کرنا، شغلِ ذکر اور مراقبہ بہ کثرت کرنا، اپنا سارا وقت یادِ الٰہی میں صرف کرنا تاکہ باطنی احوال کشادہ ہو جائیں۔ باطنی ترقی شریعت پر ثابت قدم رہنے اور سنتِ نبوی صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی پیروی کے بغیر محال ہے۔ اگر کوئی شخص شریعت کا مخالف ہو اور اس سے خوارقِ عادات یا کرامات ظاہر ہوں تو وہ کرامت نہیں بلکہ استدراج ہے۔ یہ باتیں میں نے اپنے کلام (مکتوبات) میں مفصل لکھ دی ہیں، ان پر عمل کرنا تاکہ تمہیں نجات حاصل ہو اور علمِ باطنی سے حصہ ملے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان تمام مریدوں کا حال مجھ پر منکشف فرمایا ہے جو قیامت تک میرے سلسلے میں داخل ہوں گے، امت محمد صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کے اکثر نیک لوگ مجھے اپنے سلسلے میں معلوم ہوئے۔

نیز میرے فرزندوں کی عزت کرنا، ان سے دعا و توجہ کے لئے التماس کرنا، سختی اور مصیبت میں ان سے مدد طلب کرنا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پوری پوری معرفت اور مکمل قرب عطا فرمایا ہے،

وہ تمام جہان میں شریف اور کریم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہماری نسبتِ خاصہ اور تمام جہان کی قطبیت قیامت تک ہمارے فرزندوں میں رہے گی، وغیرہ۔[151]

مذکورہ بالا وصیتوں کے بعد حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہ نے اپنے صاحبزادوں کو وصیت کی کہ میری تجہیز و تکفین میں اتباعِ سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی پوری پوری رعایت رکھنا، میری قبر کو خام رکھنا، میری قبر کو کسی گمنام جگہ بنانا۔ اس تیسری وصیت پر مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نے عرض کیا کہ حضرت سلامت آپ قدس سرہٗ نے پہلے فرمایا تھا کہ ہماری قبر صاحبزادہ محمد صادق رحمہ اللہ تعالیٰ کے گنبد میں ہوگی اور قبر کی جگہ بھی آپ قدس سرہٗ نے معین فرمادی تھی اور اس جگہ کی شرافت اور برکت وانوار بھی بیان فرمائے تھے۔ فرمایا ہاں میں نے کہا تھا لیکن اس وقت مجھے یہی شوق ہے، اگر تم کو یہ منظور نہ ہو تو والدِ بزرگوار کے نزدیک یا باغ میں دفن کرنا۔ جب مخدوم زادہ قدس سرہٗ نے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا اچھا جو مناسب ہو کرنا اور مخدوم زادگان رحمہم اللہ تعالیٰ کی والدہ ماجدہ کو وصیت فرمائی کہ میری تجہیز و تکفین اپنے مہر سے کرنا۔[152]

---

[151] روضۃ القیومیۃ ص۲۶۳، ۲۶۲

[152] زبدۃ المقامات ص۲۹۰

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی وفاتِ حسرت آیات

حضرت مجددالفِ ثانی قدس سرہٗ کو خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے چھ سات مہینے گزرے تھے کہ بتاریخ ۱۷ذوالحجہ ۱۰۳۳ھ آپ قدس سرہٗ کو ضیق النفس کادورہ پڑا، اگرچہ یہ دورہ ہر سال ہوا کرتا تھا لیکن اس سال زیادہ شدت کے ساتھ مع بخار لاحق ہوا تھا، جس کی وجہ سے اعزا کو صحت سے مایوسی ہوئی۔ ایک روز آپ قدس سرہٗ نے مخدوم زادہ محمد سعید قدس سرہٗ سے فرمایا کہ آج شب میں نے حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ میرے حال پر نہایت مہربانی اور عنایت فرماتے ہیں اوراپنی زبان مبارک کو میرے منہ میں ڈال کر فرماتے ہیں کہ میرے اس شعر:

اَفَلَت شُمُوسِ الاَوَّلِینَ وَ شَمسُنَا   اَبَداًعَلَی اُفُقِ العُلیٰ لَاتَغرِبُ

گزشتہ تمام بزرگوں کے آفتاب غروب ہوچکے ہیں، لیکن ہماراآفتاب ہمیشہ افقِ اعلیٰ پر (چمکتا رہے گا اور) غروب نہ ہو گا۔

اور میرے اس قول میں کہ

قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ۔

میرا یہ قدم، اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔

لوگ حیران ہیں، اس کا حل (اس کی برکت سے) تم کو اس ضعف سے صحت حاصل ہو گی۔

چناں چہ مرضِ موت میں آپ قدس سرہٗ نے حضرت قیوم ثانی خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ کو وصیت فرمائی کہ مذکورہ بالا شعر کا حل ضرور لکھنا اور خود زبان مبارک سے اس کی تشریح فرمادی۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قدس سرہٗ کی وصیت کو آپ قدس سرہٗ کی

عزاداری کے دنوں میں پورا کیا اور مکتوبات شریف کی تیسری جلد میں داخل کر دیا ہے، جو جلد سوم کے آخر میں مکتوب ۱۲۳، شیخ نور محمد بہاری کے نام لکھا گیا ہے۔[153]

اور چوں کہ اس ضعف میں حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ملاقات کا شوق کمال درجے غالب تھا اس لئے آپ پر گریہ وزاری طاری ہوا، حتیٰ کہ کلمہ اللھم الرفیق الاعلیٰ کے ساتھ دم بدم رطب اللسان تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کوئی طبیب کہے کہ تمہاری بیماری کا علاج نہیں ہے تو سو روپیہ بہ طور شکرانہ خیرات کروں۔

نیز ۱۲ محرم ۱۰۳۴ھ کو ارشاد فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ چالیس پچاس دن کے درمیان تمہاری قبر بن جائے گی۔ سننے والوں کو گمان ہوا شاید اسی ضعف میں آپ قدس سرہٗ کا وصال ہو جائے گا لیکن بموجبِ بشارت حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ حضرت موصوف کو صحت حاصل ہو گئی اور ضعف بھی جاتا رہا۔ طبیبوں نے صحت کی خوشخبری سنائی حتیٰ کہ آپ قدس سرہٗ نماز کے لئے مسجد میں جانے لگے، تمام عزیزوں کو آپ قدس سرہٗ کی صحت کا یقین ہو گیا اور آپ قدس سرہٗ کا وہ فرمانا کہ چالیس پچاس روز کے درمیان گزر جاؤں گا لوگوں کے خیال سے نکل گیا اور وہ اس مشہود کو واقعے اور خواب پر محمول کرنے لگے اور اس کی تاویلات و تعبیرات کر کے اپنے دلوں کو اطمینان و تسلی دینے لگے لیکن حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ برابر دن گنتے اور وصال کے منتظر تھے۔

ان ایامِ صحت میں آپ قدس سرہٗ سے صدقات و خیرات بکثرت ظہور میں آئے۔ آپ قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے ایک شخص جس نے آپ قدس سرہٗ کے اندر رفیق اعلیٰ (اللہ تعالیٰ) سے وصال کے شوق کی کثرت کا مشاہدہ کیا تھا اور اس دنیا کی زندگی سے آپ قدس سرہٗ کی ناامیدی

---

[153] روضۃ القیومیۃ ص ۲٦٧

کو دیکھا تھا وہ ان صدقات وخیرات کو بلاؤں کا دفعیہ گمان کرکے حیرت میں تھا، یہاں تک کہ ایک روز اس نے عرض کیا کہ آپ قدس سرہٗ میں زندگی سے ناامیدی اور اس دارِ فانی سے رحلت کے آثار ظاہر ہیں اور رفیقِ اعلیٰ کی ملاقات کا شوق نمایاں ہے پھر یہ سب صدقات وخیرات جو دافعِ بلاء ہیں کس لئے ہیں؟ آپ قدس سرہٗ نے اس کے جواب میں یہ ہندی مصرع پڑھا:

آج ملاوا کنت سوں سکھی سب جب دینوں وار۔[154]

آج دوست سے ملنے کا دن ہے اے رازدار دوست! میں اس نعمت کی خوشی میں تمام دنیا کو قربان کرتا ہوں۔

مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کرتے ہیں کہ ان ہی ایامِ صحت میں حضرت مجددالفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا"جو کمال کہ کسی انسان کے واسطے مخصوص اور ممکن الحصول ہو سکتا ہے بہ طفیلِ حضورانور صَلَی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم مجھ کو اس سے ایک حصہ عطا کیا گیا ہے۔"

حضرت مخدوم زادہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس بات سے میرا دل سخت پریشان ہوا اور سمجھا کہ شاید اب حضرت قدس سرہٗ اس عالم سے کوچ فرمائیں گے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیتِ شریفہ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدۃ۳) کے نزول سے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب سرورِ ہر دو عالم صَلَی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم کے وصال کا وقت قریب ہے۔ یہاں تک کہ جمعرات ۲۳ صفر کو عصر کے وقت صوفیوں کو قبائیں تقسیم فرما رہے تھے اور اس وقت آپ قدس سرہٗ صرف فرجی (از قسمِ قبا) پہنے ہوئے تھے اور فرجی

[154] زبدۃ المقامات ص ۲۸۷، وصالِ احمدی ص ۸

قبا کے نیچے کوئی دوسری قبا عادت کے موافق نہ تھی جس کی وجہ سردی لگ کر بخار ہو گیا اور آپ قدس سرہٗ فراش ہو گئے، اس کے باوجود آپ قدس سرہٗ اس رات تہجد کے لئے اٹھے اور بعد نمازِ تہجد فرمایا "یہ ہماری آخری تہجد ہے۔" حضرت مخدوم زادہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اس بات کے سنتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ بیماری سے صحت پا کر پھر بیمار ہونا اور اس عالم سے رحلت فرمانا گویا اس معنی میں بھی آپ قدس سرہٗ کو آں حضرت سرورِ کائنات صَلی اللہ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسلَّم کی پیروی نصیب ہوئی۔[155]

اس ضعف و ناتوانی کے باوجود حضرت مجد دالفِ ثانی قدس سرہٗ نے کوئی نمازِ جماعت کے بغیر نہ پڑھی **الاماشاءاللہ۔** قومہ اور جلسہ بھی جیسا کہ چاہئے ادا فرماتے تھے، بلکہ دعا اور وظیفہ معمول تھا سب ادا فرماتے تھے، کوئی دقیقہ دقائقِ شریعت سے اور کوئی ادب آدابِ اعمال سے ترک نہ فرماتے اور کسی جزئیاتِ شریعت میں حالتِ صحت کی طرح بال برابر بھی فرق نہ آنے دیتے تھے۔

اسی حالتِ ضعف میں آپ قدس سرہٗ نے حافظ عبد الرشید رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ دو روپے کے کوئلے انگیٹھی کے لئے لے آؤ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ایک ہی روپے کے لے آؤ اس لئے کہ کوئی واعظ دل میں کہتا ہے کہ اس قدر وقت کہاں ہے جو دو روپے کے کوئلے جل سکیں۔ شیخ حبیب خادم رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرض کیا کہ حضرت سلامت سردی کا زمانہ ہے کام آئیں گے۔ اس پر فرمایا: مُلا حبیب اس قدر وقت اور زندگی کی امید کہاں مگر ایسا ہی کرو۔ جب کوئلے آ گئے تو ان میں سے ایک

---

[155] زبدۃ المقامات ص۲۸۸-۲۸۹، وصالِ احمدی ص۱۶-۱۸

روپیہ کے کوئلے جدا کئے اور فرمایا کہ اتنے کوئلے ہمارے واسطے کافی ہیں اور باقی اندرونِ خانہ بھجوا دیئے۔ اپنے لئے جو کوئلے رکھے تھے وہ وصال کے وقت تک کافی ہوگئے اور کچھ نہ بچے۔ [156]

فقط واللہ اعلم۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ پر اس مرض میں حالت صحت سے بھی زیادہ علوم و معارف کا نزول ہوا، جن کو آپ نے مخدوم زادوں پر ظاہر فرمایا۔ چنانچہ ایک روز معارف و حقائق کے بیان میں ایسے سرگرم ہوئے کہ ضعف و ناتوانی ہو کر طاقتِ گویائی نہ رہی تھی۔ مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا کہ حضرت سلامت آپ کو بہت ضعف ہو گیا ہے، اس لئے ان معارف کو صحت کے وقت پر موقوف رکھئے۔ ارشاد فرمایا: ''اے عزیز! آئندہ وقت کہاں ہے اور فرصت کس کو ہے، میں جانتا ہوں کہ دوسرے وقت زبان کو اتنا بھی یارائے سخن نہ ہو گا۔ [157]

آخر منگل کی شب کو وصالِ حق جلّ و علا کے اشتیاق میں آپ کی زبان مبارک سے یہ جملہ ادا ہوا: اِصۡبَحۡ یَالَیۡل (صبح ہو اے رات!) اور جو خدام تیمارداری و خدمت گزاری کے لئے حضور میں حاضر تھے ان سے فرمایا کہ تم نے بہت تکلیف اٹھائی اب (صرف) یہی رات محنت کی ہے۔ اس پر سب کو گریہ طاری ہو گیا اور آپ پر بھی ضعف کی وجہ سے بے ہوشی اور استغراق کا غلبہ ہو گیا۔ اس وقت حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت سلامت یہ غیبت آپ کو استغراق کی وجہ سے ہے یا خواب کی وجہ سے؟ ارشاد فرمایا استغراق کی وجہ سے ہے، بعض معاملات و

---

[156] زبدۃ المقامات ص ۲۸۸-۲۸۹، وصالِ احمدی ص ۱۶-۱۸

[157] زبدۃ المقامات، ص ۲۸۹، وصال احمدی، ص ۲۰

حقائق درپیش ہیں اس لئے توجہ کرتا ہوں کہ (پوری طرح) ظاہر ہو جائیں اور اختتام کو پہنچیں، اور ان معاملات کو مخدوم زادوں کو بھی بیان فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے لطیف اسرار تھے۔

اس بیماری میں بھی اکثر اوقات وصیت فرماتے اور سنت عالیہ کی پیروی اور پسندیدہ ملت کے التزام پر رغبت دلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ شریعت کو مضبوطی سے اختیار کرو اور یہ بھی فرمایا کہ **الدين هي النصيحة** (دین نصیحت ہی ہے) کے مصداق صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نصیحت کی باریکیوں میں سے کوئی باریکی (بیان کئے بغیر) نہیں چھوڑی۔[158]

اس کے بعد پیشاب کرنے کے لئے طشت منگایا، اتفاقاً آپ کے خادم مولانا محمد ہاشم نے طشت پیش کیا لیکن اس میں ریت نہیں ڈالی ہوئی تھی، اس لئے فرمایا اس میں ریت نہیں ہے احتمال ہے کہ پیشاب کے قطرے اُچٹ کر لباس پر گریں، لہٰذا پیشاب کا ارادہ ترک فرما دیا۔ آخر ریت والا طشت حاضر کیا، تو فرمایا اب اتنی فرصت کہاں کہ پیشاب کے بعد وضو کر سکوں، اس کو لے جاؤ اور مجھے بستر پر لٹا دو۔ چنانچہ آپ کو تکیہ کے سہارے لٹا دیا گیا تو آپ نے بہ طریقِ مسنون قبلہ رُخ کر کے رخسار کے نیچے اپنا داہنا ہاتھ رکھ لیا اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نماز فجر سے باطہارت تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ رحلت کا وقت بہت قریب ہے اور پیشاب کے بعد استنجا اور وضو کی مہلت نہیں ملے گی، اس لئے آپ نے پیشاب کا ارادہ ترک فرمایا تاکہ پہلا وضو نہ ٹوٹے اور طہارت کے ساتھ اس دارِ فانی سے انتقال فرمائیں۔ جب مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھا کہ سانس تیز آنا شروع ہو گیا ہے تو گھبرا کر پوچھا حضرت سلامت مزاج مبارک کیسا ہے؟ فرمایا کہ "میں بہت اچھا ہوں، دو رکعت نماز جو ہم نے پڑھی وہ کافی ہے"۔ اس میں بھی آپ کو انبیاء

---

[158] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۰، وصال احمدی، ص ۲۲، ۲۰

علیہم السلام کی اتباع نصیب ہوئی، کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا آخری کلام نماز کی بابت ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی بات نہیں کی اور ایک لمحے بعد اللہ کہتے ہوئے عالمِ قدس میں پہنچ گئے، آہ! وہ آفتابِ حقیقت جس کے فیضان کی شعاعوں سے ایک عالم منور تھا دیکھتے ہی دیکھتے غروب ہو گیا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون رحمۃ اللہ سبحانہ رحمۃً واسعۃً**[159] یہ حادثہ بوقت چاشت بروز منگل ۲۸ صفر ۱۰۳۴ء بمطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء پیش آیا۔

اس حادثۂ عظیمہ کے واقع ہوتے ہی گھر میں ایک کہرام مچ گیا اور آناً فاناً یہ خبر دور دور تک پہنچ گئی، اور ہر شخص اپنے اپنے تعلق کے مطابق رنج و غم میں مبتلا تھا۔ مخدوم زادوں نے انتہائی رنج و غم کے باوجود اپنے آپ کو سنبھالا اور تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ اس وقت آپ کے متعلقین، اعزا و احباب اور خلفاء و مریدین و معتقدین کا رنج و الم سے کیا حال ہوا ہو گا، اس کا بیان کس طرح کیا جا سکتا ہے، جب کہ آج چار سو سال بعد ہم پڑھنے اور لکھنے والوں کے دل اس حادثے کے تصور سے اثر پزیر ہو رہے ہیں۔

غرض کہ جب غسال نے غسل دینے کے لئے آپ کو تختہ پر لٹایا اور بدنِ مبارک سے کپڑے اتارے تو حاضرین نے دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بہ طریقِ نماز باندھے ہوئے تھے، بائیں ہاتھ کی کلائی پر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ کئے ہوئے تھے۔ حالانکہ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انتقال کے بعد آپ کے ہاتھ اور پاؤں سیدھے کر دیئے تھے۔ تختے پر لٹاتے وقت آپ نے تبسم کیا اور حاضرین آہ و فغاں کرنے لگے۔

---

[159] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۳، حضرات القدس، ص ۱۷۹

یہ قطعہ آپ کے اور حاضرین کے وقت کے مناسب حال ہے:

یاد داری کہ وقتِ زادن تو

ہمہ خنداں بُدند و تو گریاں

ہمچناں زی کہ وقتِ مردنِ تو

ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

غسال نے آپ کو وضو کرایا اور آپ کے دونوں ہاتھ کھول کر سیدھے کر کے بائیں کروٹ پر لٹایا اور داہنی جانب غسل دیا، اس کے بعد داہنی کروٹ پر لٹا کر بائیں جانب غسل دیا۔ جب بائیں جانب بھی غسل دے چکے تو حاضرین نے مشاہدہ کیا کہ آپ کے دونوں دستِ مبارک پھر بہ طریقِ سابق ایک ضعیف حرکت کے ساتھ حالتِ نماز کی طرح بندھ گئے اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا نے بائیں ہاتھ کے پہنچے پر حلقہ کر لیا۔ حالانکہ جب داہنی جانب لٹایا جائے تو سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر ہرگز نہیں ٹھہرتا مگر آپ نے اپنے اختیار و قوت سے ایسا پکڑ لیا کہ نہ گرا، باوجودیکہ آپ کے اعضائے شریفہ موم سے بھی زیادہ نرم اور برگِ گل سے زیادہ ملائم تھے۔ اسی طرح کفن پہناتے وقت بھی ہاتھوں کا باندھنا ظہور میں آیا اور اس طرح جب آپ کو غسل کے تختے سے اٹھایا اس وقت بھی ہاتھوں کا پکڑنا اسی طرح واقع ہوا۔ حاضرین مشاہدہ کر رہے تھے کہ آپ کے دستِ مبارک سیدھے کر دیئے جاتے ہیں اور آپ بطریق مذکور حالت نماز کی طرح باندھ لیتے ہیں۔ جب دو تین دفعہ ایسا ہی واقع ہوا تو یقین ہوا کہ اس امر میں کوئی پوشیدہ بھید اور مخفی راز ہے اس لئے پھر تعرض نہیں کیا اور آپ کے دستِ مبارک ویسے ہی بندھے رہنے دیئے۔ اس وقت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مرضی یہی ہے کہ آپ کے دستِ مبارک اسی طرح رہنے

دیئے جائیں صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ (آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس طرح زندگی بسر کروگے ویسے ہی مروگے) ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیہِ مَنْ یَشَاءُ وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیمِ (الجمعۃ ۴)[160]

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت میں یہ جملہ بھی ہے کہ احقر غسل کے وقت حاضر تھا حضرت کے بھتیجے شیخ بہاؤالدین غسل دے رہے تھے اور میں پانی ڈال رہا تھا میں نے آپ کے پاؤں مبارک کو چوما اور اپنی آنکھوں سے ملا، دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھوں کو بہ طریقِ نماز باندھے ہوئے ہیں اور تبسم فرما رہے ہیں جیسا کہ زندگی میں مسکرایا کرتے تھے۔ جو دیکھتا تھا تعجب کرتا تھا۔[161]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو تین سفید کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ لفافہ، قمیص اور تہبند۔ نمازِ جنازہ آپ کے فرزند خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نے پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ محمد صادق علیہ الرحمۃ کی قبر سے مغرب کی جانب آپ کو دفن کیا گیا اور آپ کی قبر ایک بالشت بلند مثلِ کوہانِ شتر بنائی گئی۔[162]

روایت ہے کہ مخدوم زادہ خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کی قبر شریف گنبد کے وسط میں مائل بقبلہ واقع ہوئی تھی جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے وفات پائی تو آپ کی قبر شریف مخدوم زادہ کی قبر سے جانبِ قبلہ کھودی گئی اور اس میں حضرت قدس سرہٗ کو خزانے کی طرح سپرد کیا گیا اور قبر

---

[160] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۴، ۲۹۳

[161] حضرات القدس، ص ۱۷۹

[162] وصال احمدی، ص ۳۳

بنائی گئی، مولانا بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ یکا یک مخدوم زادہ کی قبر شریف بہ تعظیم والد بزرگوار و پیر دستگیر کسی قدر (بقدر ایک ہاتھ) شرقی دیوار کی جانب ہٹ گئی ہے۔ اب تک اسی حالت میں ہے، یہ واقعہ جس نے دیکھا حیران رہ گیا۔[163] اب بھی زائرین بالاتفاق بیان کرتے ہیں کہ مخدوم زادہ کی قبر تقریباً ایک ذراع (ہاتھ) شرقی دیوار کی جانب ہٹی ہوئی ہے۔[164]

پھر جب حضرت خواجہ محمد سعید "خازن الرحمۃ" قدس سرہٗ کا وصال ہوا تو ان کو بھی اسی گنبد میں صاحب زادہ خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کے پہلو میں شرقی جانب دفن کیا گیا۔ اب اس گنبد میں تین مزار مبارک ہیں، مغربی سمت میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ درمیان میں صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ اور مشرقی سمت میں صاحب زادۂ دوم حضرت خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے وصال کے دن آسمان کے چاروں طرف کنارے سرخ ہو گئے تھے جیسا کہ "شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور" میں حدیث شریف مذکور ہے کہ مومن کی موت پر آسمان و زمین روتے ہیں اور آسمان کا رونا اس کے کناروں کا سرخ ہو جانا ہے۔[165]

---

[163] حضرات القدس، ص۱۹۸

[164] زبدۃ المقامات، ص۲۹۶

[165] زبدۃ المقامات، ص۲۹۶

آپ کے وصال کے بعد مخدوم زادوں اور دیگر حضرات نے جو کچھ خواب میں دیکھا یا مکاشفات میں معلوم ہوا وہ واقعات بہ کثرت ہیں ان میں سے چند پیش کیئے جاتے ہیں:

مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی وفات کے رنج و غم کے زمانے میں ایک شب میں اس حجرہ میں جو روضۂ مبارک کے صحن میں ہے بستر پر لیٹا تھا، اسی ماتمِ فراق و درد اشتیاق کی حالت میں سو گیا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ حضرت صحنِ روضہ میں ٹہل رہے ہیں پھر واقعی میں دیکھا کہ حضرت حجرہ کے دروازہ کی طرف مڑے اور اندر تشریف لے آئے اور میرے بستر پر بیٹھ کر مجھ کو گود میں دبا لیا، جس طرح کہ مشائخین بوقت عطاءِ نعمتِ باطنی معانقہ کیا کرتے ہیں اس امر سے مجھ پر ہیبت غالب ہوگئی اور تمام جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔ اتنے میں آپ میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ علاوہ ازیں میں نے مختلف راتوں میں دیکھا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روضہ کے صحن میں چہل قدمی فرما رہے ہیں۔[166]

شیخ پیر محمد سلطان پوری جو کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مرید ہیں نقل کرتے ہیں کہ حضرت قدس سرہٗ کی رحلت کے چار یا پانچ یوم بعد میں حضرت کی مسجد میں ظہر کی نماز کے لئے آیا۔ مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امامت کے لئے آگے بڑھے اور میں ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس وقت میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ میرے برابر کھڑے ہیں اور اپنے دستِ مبارک سے مجھ کو پکڑ کر اپنے قریب کر لیا، تاکہ درمیان میں فاصلہ نہ رہے، آپ ایک سبز شال اوڑھے ہوئے اور پاؤں میں موزے پہنے ہوئے تھے۔ آخر نماز تک

---

[166] حضرات القدس، ص ۱۸۰

میں نے آپ کو بغور دیکھا کہ شاید وہم وخیال ہو، معلوم ہوا کہ بلاریب و شک حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہی ہیں لیکن جوں ہی نماز ختم ہوئی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نہ پایا۔[167]

مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ حضرت سلامت منکر نکیر کے سوال کا حال کیسا گزرا؟، فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے کمال رحمت کے ساتھ مجھ سے فرمایا کہ اگر تو اجازت دے تو یہ دونوں فرشتے تیری قبر میں آئیں اور تیری قدم بوسی کریں۔ میں نے عرض کیا کہ بارِ الہٰا یہ دونوں تیری ہی بار گاہ کے دروازے پر رہیں یہاں نہ آئیں، چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے مہربانی فرما کر ان فرشتوں کو میرے پاس نہ بھیجا۔ اس کے بعد میں نے دریافت کیا کہ حضرت سلامت ضغطۂ قبر (قبر کی تنگی) کی کیا حالت ہوئی؟ فرمایا ہوئی مگر نہایت کم۔ اور گویا آپ کے خادم محمد ہاشم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ یہ تواضع کے طور پر فرماتے ہیں ورنہ اصلاً تنگی نہیں ہوئی۔[168]

مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ان انعامات الٰہی کو بیان فرما رہے ہیں جو حق سبحانہ وتعالیٰ نے بعد وصال آپ پر عنایت فرمائے ہیں اور آپ ان پر شکر ادا فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو مقامِ شکر سے بھی کچھ حصہ عطا فرمایا ہے؟ فرمایا ہاں مجھے بھی شکر گزاروں میں شمار فرمایا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ قرآن مجید میں وَ قَلِيلٌ مِنۡ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (سبأ ۱۳) جو وارد ہوا ہے اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ وہ صرف پیغمبروں کی جماعت ہو گی یا پیغمبروں کے کامل ترین صحابہ کرام رضی

---

[167] وصال احمدی، ص ۳۴

[168] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۷، وصال احمدی، ص ۳۶

اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فرمایاہاں ایساہی ہے مگر حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے بھی اس جماعت میں داخل کر لیا ہے۔[169]

مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقمطراز ہیں کہ آپ کی رحلت کے پانچ چھ دن کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی جگہ جارہاہوں راستے میں شیخ فرید فاروقی مل گئے میں نے ان سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا کہ خلوت خانے میں تشریف رکھتے ہیں اور خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خط تحریر فرمارہے ہیں، فقیر بھی اندر پہنچاتو دیکھا کہ (واقعی) خط تحریر فرمارہے ہیں۔ میں نے خط کا مطالعہ کیا اس کا عنوان تھا کہ ”ہم خود اس جہان کے نگہبان ہیں، ہم (اس) جہان سے گزر گئے اور اس جہان میں آ گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن (بے شک ہم سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں) بہت سا حصہ یاد نہیں رہا، اس کے بعد خط کو لپیٹ کر اس کے اوپر یہ عبارت لکھی ”یہ خط مرزا کا بمہر خاص ہے“۔[170]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مخلصین میں سے ایک شخص عبدالعلیم بن شیخ احمد برکی مرحوم نے مخدوم زادگان کی خدمت میں نقل کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے وصال کی خبر ابھی ہم تک نہیں پہنچی تھی اور ان دنوں میرا لڑکا بیمار تھا اور شدتِ مرض کے سبب تڑپ رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے حضرت مجدد کو دیکھا تھا کیا اب آپ مبارک کی صورت تجھے یاد ہے؟ اس نے کہا آپ کا حلیہ مبارک اور ریش شریف (داڑھی) میری نظر میں ہے۔ میں نے کہا پس اسی کو

---

[169] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۸، ۲۹۷، وصال احمد یم ص ۳۸

[170] زبدۃ المقامات، ص ۲۹۸، ۲۹۷، وصال احمد یم ص ۳۸

نظر میں رکھ تاکہ وسوسے دور ہو جائیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ حضرت کے تصور کے خیال سے تجھ کو صحت عطا فرمائے۔ اچانک اس کو غنودگی طاری ہوئی اور اس نے دیکھا کہ حضرت موجود ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچے اور بہشت اعلیٰ میں آ گئے ہم نے پہلے دایاں پاؤں بہشت میں رکھا اس کے بعد سر پھر بایاں پاؤں اندر لائے اور ہم خدا کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ میں نے عرض کیا حضرت سلامت مجھ کو بھی بہشت اور دیدارِ خدا تک پہنچا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ابھی تیرا اور میرے فرزندوں کا وقت نہیں آیا ہے جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو صحت یاب ہو چکا تھا اور ضعف و وسواس کا کچھ اثر باقی نہ رہا تھا۔ یہ واقعہ حضرت قدس سرہٗ کے وصال سے دس روز بعد کا ہے۔[171]

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی تاریخ وصال اکثر حضرات نے بہ کثرت کہی ہیں چنانچہ حضرت مولانا ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ۶۳ مادے بعدد عمر شریف آپ کی وفات کے نکالے ہیں مگر یہاں مندرجہ ذیل آیت پیش کی جاتی ہے جس سے آپ نے سنہ وفات نکالا ہے:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (یونس ۶۲)[172]

۱۰۳۴ھ

حضرت مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث شریف اَلْمَوْتُ هُوَ جَسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ میں لفظ ھُوَ کو موت اور جسر کے درمیان اضافہ کرکے آپ کا سنہ وفات نکالا ہے۔[173] از حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

---

[171] وصال احمدی، ص۳۶، زبدۃ المقامات، ص۳۹۸

[172] زبدۃ المقامات، ص۳۰۰

[173] زبدۃ المقامات، ص۳۰۰

زیں جہانِ پر ملاچوں شاہِ عرفاں نقل کرد
ظل را بگذاشت دررہ، رو باصل الاصل کرد
جسم از تاریخ نقلِ او زدار الابتلا[174]
گفت ہاتف "احمد الشانی باول نقل کرد"

۱۰۳۴ھ

(مشائخِ نقشبندیہ سیفیہ)

حررہ:

العبد الفقیر السید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

حال فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

[174] عمدۃ المقامات، ص ۲۱۵